صوت النجف الاشرف

لسماحة آية الله العظمیٰ المرجع الدینی الکبیر الشیخ بشیر حسین النجفی دام ظلہ

ماہانہ علمی سماجی رسالہ

ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

شمارہ سوم

بانی

سماحة آية الله العظمى المرجع الديني الكبير الشيخ بشير حسين النجفي

مدیر اعلیٰ

سماحة الشيخ علی النجفی

انتظامی مدیر

شیخ قیصر عباس

نظارت

سید نسیم نقوی

سید تنویر حسین

معاون

شیخ علی عباس نجفی

شیخ محمد تقی ہاشمی

شیخ محمد مجتبیٰ نجفی

تزیین و آرائش و سرورق

بھاء کنانی

رسالے کی سالانہ ممبرشپ حاصل
کرنے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

0092 312 519 7082

Email:m.urdu@alnajafy.com

00964 760 1601182

صوت النجف الاشرف کو مقالات و تحریروں
میں تدوین و ترمیم کا مکمل اختیار ہے۔

فہرست

حضرت رقیہ علیہا السلام ۶

آل ابراہیم کا چاند حصہ اول ۹

فرانس سے آئے مومنین کی مرجع عالی قدر سے ملاقات ۱۲

صادقین علیہم السلام کے بارے میں ۱۳

امام صادق علیہ السلام کا اپنے شیعوں کے نام ایک خط ۲۰

مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمی شیخ بشیر حسین النجفی دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات ۲۲

ثقافت اور اسکی حقیقت

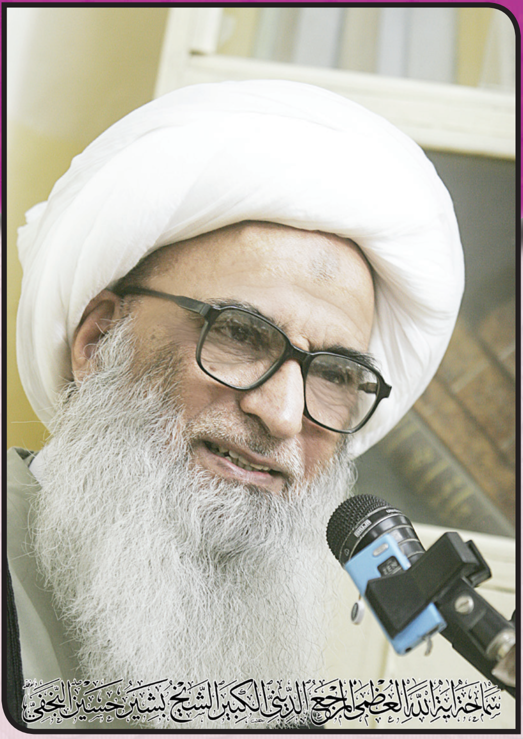

ثقافت کا لفظی معنی: کسی چیز کا ادراک اور علم و معرفت میں ذہین فطین ہونا ہے۔

کبھی کبھار اس سے مراد ''فقط ادراک اور حصول'' بھی لیا جاتا ہے اور جدید تعبیرات اور آج کل کے Literature میں ثقافت کو کسی معاشرے کے رہن سہن کے طریقوں کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

بہت سے ذہنوں میں ثقافت اور اس کے معنی کے بارے میں اشتباہ اور خلط پیدا ہو چکا ہے بہت سے افراد لوگوں کو ثقافت کے نام پر ایسے امور کی دعوت دیتے ہیں کہ جن کا تعلق بالکل بھی ثقافت سے نہیں ہے پس آپ کو معلوم ہو یا نہ ہو رنگ برنگے جملوں اور لچھے دار خطابات کے ذریعے آپ کو ثقافت کے نام پر زندگی کے ایک خاص اسلوب اور ایک ایسے معاشرے کے رہن سہن کی دعوت دی جاتی ہے کہ جو تباہی اور بربادی کے علاوہ کچھ نہیں۔

ثقافت کا لفظی معنی تعلیم، علم و معرفت، تہذیب وتمدن اور ایک ایسے معاشرے کا قیام ہے کہ جس میں رہنے والے تمام افراد کی آراء کا احترام کیا جائے جبکہ آج کل کے Literature کے مطابق ثقافت کا معنی: ایک معین شدہ معاشرے میں رہنے والوں کے رہن سہن کا ایسا طریقہ کہ جس کے وہ عادی ہو چکے ہیں اور اس میں ان کی زندگی کے تمام پہلو شامل ہیں جیسے کھانا، پینا، لباس، خاندانی زندگی، گھریلو ماحول وغیرہ وغیرہ۔

اسلام نے بنی نوع انسان کو اس کے کمال ور ترقی کی بشارت دے کر اسے ایک آئینِ زندگی عطا کیا ہے کہ جو اس کی زندگی کے لئے بالکل مناسب اور سب سے بہتر ہے کیونکہ اس انسان کا خالق اور اس کی فطرت و طبیعت کو پیدا کرنے والا ہی سب سے بہتر جانتا ہے کہ کون سی چیز اس کے لئے ضروری ہے اور کون سی نہیں۔

اسلام انسان کو ایسی ثقافت کی دعوت دیتا ہے کہ جو علم و معرفت، فکر وتدبر، تعلیم و تعقل اور تمام مادی مخلوقات پر فوقیت اور اشرفیت کے احساس پر مشتمل ہے، خدا تعالیٰ نے زمین و آسمان میں موجود ہر چیز کو انسان کے لئے پیدا کیا ہے پس قرآن مجید میں ہے کہ :

خلق لکم ما فی الارض جمیعا[سورۃ البقرۃ آیت۲۹]

یعنی: اس (پروردگار) نے زمین میں موجود ہر چیز کو تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔

لیکن انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے پروردگار اور خالق کی طرف رخ کرے تاکہ اس کے دین کے ذریعے اس بات کو جان سکے کہ کون سی چیز اس کے لئے بہتر اور ضروری ہے اور کون سی چیز اس کے لئے نقصان دہ ہے، کس کام کا کرنا اس کی زندگی میں فائدہ مند ہے اور کس کام کو ترک کرنا اس پر واجب ہے۔(مترجم: سید نذر حسنی نجفی)

صادقین علیھما السلام کے فرامین

رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین :

إنّ الله يحبّ الشّاب الّذي يفني شبابه في طاعة الله
نہج الفصاحۃ (مجموعہ کلمات قصار حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ) ؛ ص۳۱۶
اللہ اس نوجوان سے محبت کرتا ہے جو اپنی جوانی کو اللہ کی اطاعت میں فنا کر دیتا ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص لَوِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَى حُبِ عَلِيِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ لَمَا خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ النَّار
بحار الانوار (ط - بیروت) ج۳۹ ؛ ص۲۴۸
اگر لوگ محبت علی بن ابی طالب علیہ السلام پر جمع ہوجاتے تو اللہ عز وجل جہنم کو پیدا ہی نہ کرتا۔

قَالَ أَفْضَلُ أَعْمَالِ أُمَّتِي انْتِظَارُ الْفَرَج
بحار الانوار (ط - بیروت) ؛ ج۵۰ ؛ ص۳۱۸
میری امت کے اعمالوں میں سے افضل ترین عمل فرج [اپنے امام کے ظہور کا] کا انتظار کرنا ہے۔

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ص الْعُلَمَاءُ كُلُّهُمْ هَلْكَى إِلَّا الْعَامِلُونَ وَ الْعَامِلُونَ كُلُّهُمْ هَلْكَى إِلَّا الْمُخْلِصُونَ وَ الْمُخْلِصُونَ عَلَى خَطَر
مجموعة ورام ؛ ج۲ ؛ ص۱۱۸
تمام علماء ھلاکت میں ہیں سوائے عمل کرنے والوں کے اور تمام عمل کرنے والے ہلاکت میں ہیں سوائے مخلص لوگوں کے اور تمام مخلص لوگ ہمیشہ خطرے میں ہیں۔

حُبُّ الدُّنْيَا أَصْلُ كُلِ مَعْصِيَةٍ وَ أَوَّلُ كُلِّ ذَنْب
مجموعة ورام ؛ ج۲ ؛ ص۱۲۲
دنیا کی محبت ہر معصیت و نافرمانی کی جڑ ہے اور ہر گناہ کی ابتداء ہے۔

قَوْلُ النَّبِيِّ ص مَنْ مَاتَ وَ هُوَ لَا يَعْرِفُ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً.
بحار الأنوار (ط - بيروت) ؛ ج۳۷ ؛ ص۲۷
جس شخص کو موت آجائے اور وہ اپنے زمانے کی امام کی معرفت نہ رکھتا ہو تو اس کی موت جہالت کی موت ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص صَدَقَةُ السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ.
الكافي (ط - الإسلامية) ؛ ج٤ ؛ ص٧
پوشیدہ صدقہ اللہ کے غضب کو ختم کر دیتا ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص أَحَبَ اللَّهُ مَنْ أَحَبَ حُسَيْنا
كامل الزيارات ؛ النص ؛ ص٥٢
اللہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو حسین علیہ السلام سے محبت کرے۔

قَالَ النَّبِيُّ ص الضَّيْفُ يَنْزِلُ بِرِزْقِهِ وَ يَرْتَحِلُ بِذُنُوبِ أَهْلِ الْبَيْتِ.
بحار الأنوار (ط - بيروت) ؛ ج‏٧٢ ؛ ص٤٦١

مہمان اپنا رزق لے کر آتا ہے اور جاتے ہوئے گھر والوں کے تمام گناہوں کو لے جاتا ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص شِيعَةُ عَلِيٍ هُمُ الْفَائِزُونَ يَوْمَ الْقِيَامَة
الأمالي(للصدوق) ؛ النص ؛ ص٣٦١

علی علیہ السلام کے شیعہ ہی قیامت کے دن کامیاب ہوں گے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرامین :

قَالَ أَبو عَبْدِ اللَّهِ لَوْ بَقِيَتِ الْأَرْضُ بِغَيْرِ إِمَامٍ لَسَاخَت
الكافي (ط - الإسلامية) ؛ ج‏١ ؛ ص١٧٩

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر زمین بغیر امام کے باقی رہے تو تباہ ہوجائے گی۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: لِكُلِّ شَيْ‏ءٍ أَسَاسٌ وَ أَسَاسُ الْإِسْلَامِ حُبُّنَا أَهْلَ الْبَيْت
المحاسن ؛ ج‏١ ؛ ص١٥٠

ہر چیز کی بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد ہم اہل بیت کی محبت ہے۔

وَ لَوْ أَدْرَكْتُهُ[ای القائم عج] لَخَدَمْتُهُ أَيَّامَ حَيَاتِي.
بحار الأنوار (ط - بيروت) ؛ ج‏٥١ ؛ ص١٤٨

اگر میں امام زمانہ علیہ السلام کو پا لوں تو ساری زندگی ان کی خدمت کروں گا۔

قَالَ الصَّادِقُ ع أَحَبُّ إِخْوَانِي إِلَيَ مَنْ أَهْدَى إِلَيَّ عُيُوبِي
الإختصاص ؛ النص ؛ ص٢٤٠

میرے سب سے پسندیدہ بھائی وہ ہے جو مجھے میرے عیبوں سے آگاہ کرے۔

أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع يَقُولُ مَنْ خَافَ اللَّهَ أَخَافَ اللَّهُ مِنْهُ كُلَّ شَيْ‏ءٍ وَ مَنْ لَمْ يَخَفِ اللَّهَ أَخَافَهُ اللَّهُ مِنْ كُلِّ شَيْ‏ءٍ.
الكافي (ط - الإسلامية) ؛ ج‏٢ ؛ ص٦٨

جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس شخص سے ہر شئ کو ڈراتا ہے اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا اللہ اسے ہر شئ سے ڈراتا ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: شَرَفُ الْمُؤْمِنِ قِيَامُهُ بِاللَّيْلِ وَ عِزُّهُ اسْتِغْنَاؤُهُ عَنِ النَّاسِ.
وسائل الشيعة ؛ ج‏٩ ؛ ص٤٤٨

مومن کا شرف راتوں کو عبادت کے لئے کھڑا ہونا ہے اور اس کی عزت لوگوں سے بے نیازی میں ہے۔

وَ الشُّكْرُ زِيَادَةٌ فِي النِّعَمِ وَ أَمَانٌ مِنَ الْفَقْر
بحار الأنوار (ط - بيروت) ؛ ج‏٧٥ ؛ ص٢٤١

شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے اور فقر سے امان ملتی ہے۔

انْظُرْ مَنْ هُوَ دُونَكَ فِي الْمَقْدُرَةِ وَ لَا تَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَك
بحار الأنوار (ط - بيروت) ؛ ج‏٧٥ ؛ ص٢٤٢

جو تجھ سے قوت و قدرت میں کم ہو اس کی طرف دیکھو اور جو تجھ سے بڑھ کر ہو اس کی طرف نہ دیکھو۔

قَالَ ع مَنْ بَدَأَ بِكَلَامٍ قَبْلَ سَلَامٍ فَلَا تُجِيبُوه
بحار الأنوار (ط - بيروت) ؛ ج‏٧٥ ؛ ص٢٤٣

جو سلام سے پہلے بات شروع کر دے اس جواب نہ دو۔

قَالَ ع الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَ الصَّبْرُ حِصْنُهُ وَ الْجَنَّةُ مَأْوَاهُ وَ الدُّنْيَا جَنَّةُ الْكَافِرِ وَ الْقَبْرُ سِجْنُهُ وَ النَّارُ مَأْوَاهُ.
بحار الأنوار (ط - بيروت) ؛ ج‏٧٥ ؛ ص٢٤٦

دنیا مومن کے لئے جیل ہے اور صبر اس کا قلعہ ہے اور جنت اس کا ٹھکانہ ہے اور دنیا کافر کے لئے جنت ہے اور قبر اس کی جیل ہے اور جہنم اس کا ٹھکانہ ہے۔

حضرت رقیہ سلام اللہ علیھا

اسد علی شاکری۔ نجف اشرف

قبل اس کے کہ سیدہ رقیہ پر گفتگو کیجائے ضروری ہے کہ ایک وضاحت کردی جائے کہ وہ حضرات جو حضرت رقیہ کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ علم انساب کے ماہرین اور بزرگ مؤرخین نے رقیہ نامی کسی بیٹی کا تذکرہ نہیں کیا اور مقاتل میں جس رقیہ کا تذکرہ ملتا ہے وہ رقیہ بنت الحسینؑ نہیں بلکہ رقیہ بنت علیؑ ہیں جو امام حسین علیہ السلام کی بہن ہیں۔ اور امام حسین علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں۔لیکن امام حسین علیہ السلام کی دو بیٹیوں کا ہونا اجماعی نہیں ہے بلکہ بعض روایات ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی تین بیٹیاں تھیں بلکہ کچھ میں چار تک کا بھی تذکرہ ہے۔

محمد بن جریر طبری نے دلائل الامامۃ میں فرمایا ہے کہ امام حسینؑ کی بیٹیاں زینب، سکینہ اور فاطمہ تھیں۔

شیخ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل میں دوسرے قول کو تحریر کیا ہے اور اسے مشہور بھی قرار دیا ہے،اور وہ قول یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے چھے لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں۔

صاحب کشف الغمۃ نے بھی اسی قول کو ذکر کیا ہے۔لیکن محمد بن طلحہ شافعی نے جب لڑکیوں کے نام ذکر کئے تو زینب ، سکینہ اور فاطمہ کے علاوہ چوتھی لڑکی کا نام ذکر نہیں کیا۔اسی طرح الفصول المہمۃ میں علی بن محمد مالکی (جوابن صباغ کے نام سے مشہور ہیں) نے چار لڑکیوں کا تذکرہ کیا ہے اور انہوں نے بھی فقط تین کا نام ذکر کیا ہے۔

عظیم محدث صاحب وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی نے اپنے ارجوزہ میں سیّد الشہداء علیہ السلام کی زندگی میں چھے لڑکے اور چار لڑکیوں کا تذکرہ کیا ہے۔

ان اقوال کے ملاحظے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی بیٹی فاطمہ ہی وہ بیٹی ہیں جو لوگوں میں رقیہ کے نام سے شہرت رکھتی ہیں، یا یہ کہ وہ بیٹی جس کا نام ان حضرات نے ذکر نہیں کیاوہ رقیہ ہے جیسا کہ علامہ حائری نے اپنی کتاب معالی السبطین میں امام حسینؑ کی چار بیٹیوں کے نام کچھ اس طرح تحریر کئے ہیں۔۱: سکینہ ۲: فاطمہ کبریٰ ۳: فاطمہ صغریٰ ۴: رقیہ

لہٰذا علم الانساب میں رقیہ بنت الحسینؑ کا موجود نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ ایسی کوئی بچی نہیں تھی جبکہ علم الانساب نے نفی بھی نہیں کی ہے اور کچھ عرصے قبل مرجع جلیل القدر مرحوم میرزا جواد تبریزی قدس سرہ نے شام میں حرم حضرت رقیہ کی زیارت کی۔مرحوم کی نگاہ میں شہرت سب سے بڑی دلیل ہے جس سے کسی بھی تاریخی مطلب کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔مرحوم نے زیارت کہ موقع پر منکرین حضرت رقیہؑ کے کلام کو رد کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ شہرت بہت سے مقامات پر موضوعات خارجیہ کے اثبات کیلئے کافی ہوا کرتی ہے ، جب امام علیہ السلام سے پوچھا جاتا ہے کہ کسی شخص نے ایسی زمین خریدی ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ وقف کی زمین ہے اس زمین کا کیا حکم ہے؟تو امام علیہ السلام نے جواب دیاکہ اگر لوگوں میں مشہور ہو کہ یہ زمین وقف کی ہے تو اس کو خریدنا جائز نہیں ہے،اسی طرح مشعر و منیٰ کی حدود اور اسی طرح مقابر ہیں ممکن ہے کوئی دو سو سال قبل کہیں دفن ہوا ہو اور لوگوں میں مشہور ہو کہ اسکا مدفن یہی ہے تو یہ شہرت کافی ہے ۔اور حضرت رقیہؑ کا مزار شام میں ہمیشہ سے مشہور رہا ہے،گویا کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنی ایک نشانی شام میں یادگار کے طور پر رکھی ہے،تاکہ کل کوئی خاندان طہارت علیہم السلام کی اسارت اور اُن پر ڈھائے جانے والے مظالم کا انکار نہ کرے۔یہ تین سالہ بچی عظیم گواہی ہے اس بات پر کہ اسیروں میں چھوٹے بچے بھی شامل تھے،اور ہم اس اعتقاد

کے ساتھ کہ حضرت رقیہ کا مزار یہاں مشہور ہے،اس مقام کی زیارت کو آئے ہیں،اسلئے سب پر واجب ہے کہ حضرت رقیہؑ کے روضے کا احترام کریں اورفاسد و بیہودہ باتیں جو شیطانی افکار ہیں اُن پر توجہ نہ دیں۔ہم حضرت رقیہ علیہا السلام کی زیارت کے طفیل قربِ الٰہی اختیار کرتے ہیں وہ رقیہ علیہا السلام جو خود بھی مظلوم ہیں اور جسکا گھرانہ بھی مظلوم ہے۔

اقتباس بقدر ضرورت:

حضرت رقیہ کے حوالے سے اور بھی شبہات ہیں ہم اس مقالے میں اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے قارئین سے گزارش کرتے ہیں کے اس سلسلے میں میرزا جواد تبریزی کے فرزند شیخ جعفر تبریزی کی کتاب (حضرت رقیہ علیہا السلام)کا مطالعہ فرمائیں ۔

حضرت رقیہ کی زندگی پر ایک نگاہ:

ولادت کا سن ۵۷ یا ۵۸ ہجری ہے جبکہ شہادت کا سن ٦١ ہجری ہے اور محل شہادت خرابہ شام ہے۔آپکی والدہ ماجدہ ام اسحاق بنت طلحۃ بن عبید اللہ تیمی ہیں جو کہ پہلے امام حسن علیہ السلام کی ہمسری میں تھی اور امامؑ کی شہادت کے بعد امامؑ کی وصیت کے مطابق امام حسین علیہ السلام کی ہمسری میں آگئیں،سب سے قدیم وہ مؤرخ جس نے خرابہ شام میں اس معصومہ کی شہادت کا ذکر کیا ہے وہ عماد الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے ساتویں صدی میں اپنی کتاب کامل بہائی میں اس واقعے کو نقل کیا ہے الحاویہ فی مثالب معاویہ نامی کتاب سے کہ جسکے مؤلف قاسم بن محمد بن احمد مامونی ہیں،مامونی نے واقعے کو اس طریقے سے نقل کیا ہے: خاندان نبوت کی بیبیاں اپنے شہداء کا تذکرہ بچوں سے مخفی رکھا کرتی تھیں اور بچوں سے کہا کرتی تھیں کہ تمہارے بابا سفر پر گئے ہوئے ہیں،جب یزید کے حکم پر تمام اسیروں کو یزید کے قصر کے برابر میں ایک خرابہ میں رکھا گیا تو اس خرابے میں ایک چار سالہ بچی تھی جس نے نیند سے اٹھ کر کہا میرے بابا کدھر ہیں میں نے ابھی بابا کو خواب میں دیکھا ہے وہ بہت پریشان تھے یہ سن کر تمام بیبیوں نے گریہ شروع کردیا ،اور اس گریے کو سُن کریزید نیند سے اٹھ گیا اور پوچھا کہ یہ کیسا شور ہے۔یزید کو بتایا گیا کہ حسینؑ کی ایک بچی ہے جس نے بابا کو خواب میں دیکھا ہے اور اسی لئے سب گریہ کر رہے ہیں۔یزید نے حکم دیا کہ سر اقدس کو لیجا کر بچی کو دیدیا جائے۔یزید کے کارندوں نے سر اطہر کو اٹھایا اور اس بچی کہ سامنے لیجا کر رکھ دیا۔بچی کی نگاہ جب سر مبارک پر پڑی تو رونا شروع کردیا یہاں تک کہ روح پرواز کر گئی۔ کچھ مقاتل نے اس معصومہ کے وہ بین ذکر کیۓ ہیں کہ جو باباکے سر انور کو گود میں لیکر کیۓ تھے ۔آقائے دہسرخی نے رمز المصیبۃ مین تفصیل سے ذکر کیۓ ہیں ہم انتہائی اختصار کے ساتھ چند جملوں کا ترجمہ کر رہے ہیں:

اے میرے بابا کس نے آپکو خون میں غلطاں کیا ہے۔

اے میرے بابا کس نے آپکے گلے کی رگوں کو کاٹا ہے۔

اے میرے بابا کس مجھے چھوٹی سی عمر میں یتیم کیا ہے۔

اے میرے بابا کاش کے میں مر گئی ہوتی اور آپکے محاسن کو خون میں تر دیکھا نہ ہوتا۔

السلام علیك یا سیدتنا رقیة علیك تحیة و السلام

و رحمة الله و برکاته

بنت الحسین (ع)

حضرت رقیہ کی ایک کرامت:

مشہد مقدس میں ایک عالم دین تھے جنکا نام شیخ محمد ہاشم خراسانی تھا، جنکی تالیف منتخب التواریخ (جو کہ فارسی زبان میں ہے) بہت مشہور ہے، اس کتاب میں جب شام میں دفن ہونے والوں کا تذکرہ کیا تو اس مقام پر تحریر فرماتے ہیں نجف میں ایک عالم دین محمد علی شامی نے میرے لئے نقل کیا کے میرے نانا سید ابرٰہیم نقیب السادات جو کہ تمام سادات کے رئیس تھے انکا سلسلہ نسب سید مرتضٰی علم الہدیٰ تک پہنچتا ہے اور ۹۰ سال کے قریب انی عمر تھی اور انکی تین بیٹیاں تھیں اور کوئی بیٹا نہ تھا، ایک رات سب سے بڑی بیٹی نے خواب دیکھا کہ ایک چھوٹی بچی ہے جو کہتی ہے کہ اپنے بابا سے کہو کہ وہ والی سے کہیں کہ میری قبر اور لحد کے درمیان پانی آگیا ہے اور میرے جسم کو اذیت ہو رہی ہے تو قبر کی تعمیر کیجائے۔ بڑی بیٹی نے اپنا خواب بابا کو سنایا لیکن انہوں نے اہل سنت کے خوف سے کوئی قدم نہ اٹھایا، اگلی رات کو بیچ والی بیٹی کے خواب میں پھر یہ بچی آتی ہے اور انہیں کلمات کو دہراتی ہے یہ بھی اپنا خواب بابا کو سناتی ہے مگر اس مرتبہ بھی کوئی قدم نہ اٹھایا تیسری شب سب سے چھوٹی بچی کے خواب میں آتی ہے لیکن پھر بابا نے کوئی قدم نہ اٹھایا چوتھی شب خود سید کہ خواب میں آکر کہتی میں کئی راتوں سے تمہاری بیٹیوں کہ خواب میں آرہی ہوں کہ میری قبر میں پانی آگیا ہے اُسے تعمیر کرو تم سنتے کیوں نہیں ہو اور تم نے والی شہر کو ابھی تک کیوں نہیں بتایا سید ابراہیم جیسے ہی بیدار ہوئے تو والی کے پاس گئے والی نے قصہ سننے کے بعد حکم دیا کہ شہر کہ تمام شیعہ ، سنی بزرگ علماء کو جمع کیا جائے سب کو حکم دیا کہ غسل کریں اور پاکیزہ کپڑے پہنیں اور قبر کو وہ شخص کھولے گا جسکے ہاتھوں حرم کا تالا کھلے گا (یاد رہے کہ یہ واقعہ تقریبا ڈھائی سو سال پرانا ہے اس وقت موجودہ کیفیت والا حرم نہیں تھا صرف ایک بند کمرہ تھا جس پر تالا لگا ہوا تھا) سب نے باری باری تالا کھلنے کی کوشش کی لیکن تالا کسی کہ ہاتھوں نہ کھلا آخر میں سید ابراہیم کے ہاتھوں تالا کھل جاتا ہے، جب حرم میں داخل ہوئے تو زمین پر کسی کے کدال اور بیلچے نے اثر نہ کیا سوائے سید ابراہیم کہ یہاں تک کہ قبر کو کھولا گیا تو دیکھا کہ ایک چھوٹی سی بچی جس کا صحیح وسالم جسم ہے جب کہ قبر میں پانی اُترا ہوا ہے، سید ابرہیم نے اس معصومہ کو قبر سے نکالا اور اپنی گود میں لٹادیا تین دن قبر کی تعمیر کا سلسلہ جاری رہا اس دوران نہ سید کو نہ پیاس لگی نہ بھوک لگی ، نہ تجدید وضو کی ضرورت پڑی فقط نماز کیلئے جب اٹھتے تھے تو ایک پاکیزہ کپڑے پر معصومہ کو لٹا دیا کرتے تھے نماز کے علاوہ مسلسل اس معصومہ کو اپنی گود میں رکھا اور مسلسل گریہ کرتے رہے۔

جب تین دن بعد معصومہ کو دفنانے لگے تو دعا کی کہ بارے الٰہا مجھے ایک بیٹا عطا فرما، اللہ نے اس دعا کو قبول کیا اور بڑھاپے کے باوجود ایک بیٹا عطا کیا کے جسکا نام سید نے مصطفیٰ رکھا۔ موجودہ حرم کے خدام اسی سید ابراہیم کی نسل سے ہیں۔

خدایا اس بی بی کے صدقے میں تمام مشکلات کو حل فرما اور میرے آقا و مولا سرکار امام زمانہ کے ظہور میں تعجیل فرما۔

کتب استفادہ

الایام الشامیة محمد امین الامینی، حضرت رقیہ علیہا السلام جعفر تبریزی

رمز المصیبت آیت اللہ دھسرخی، منتخب التواریخ ملا ہاشم خراسانی

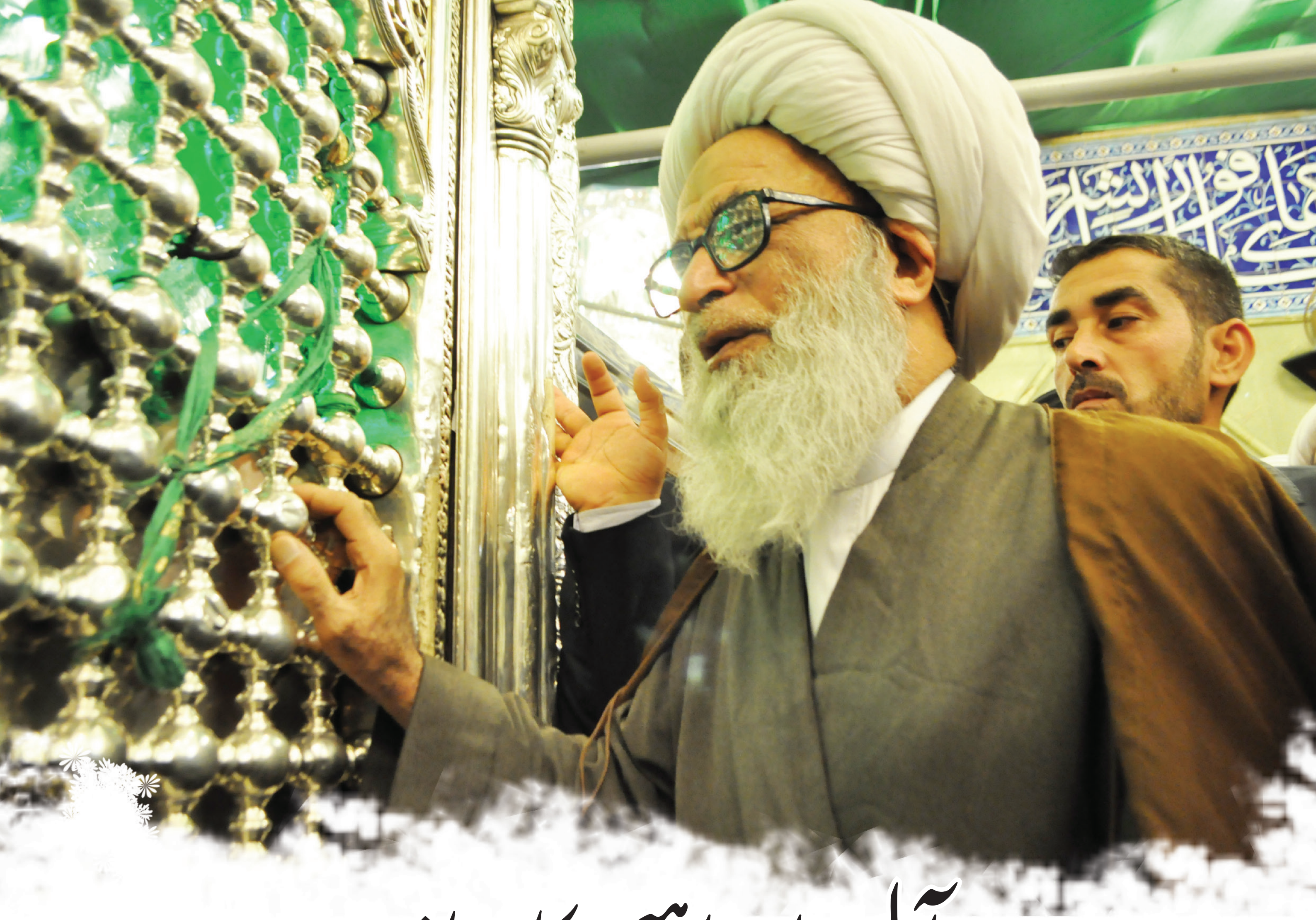

آل ابراہیم کا چاند

سوانح حیات مرجع عالی قدر

(حصہ اول)

آغا بلال حسین نجفی

پاک سر زمین کا وہ با عظمت گھرانہ جس کو خدا نے یہ شرف بخشا کہ امام زمانہ علیہ السلام کے ایک نائب کا وجود باسعود اس خاند ان کی پاکیزہ صلب میں رکھا۔ اس خاندان کا نام آل ابراہیم ہے۔ اور اس گھرانے کا چاند جس کی علم پاش چاندنی نے پاک و ہند کی عزادار قوم کو نور شریعت سے ضوء بار کیا وہ آیۃ اللہ العظمی الشیخ حافظ بشیر حسین النجفی (مدظلہ العالی) کی ذات گرامی ہے۔

آپ کا اسم گرامی بشیر حسین ہے، والد گرامی کا نام جناب صادق علی مرحوم بن محمد ابراہیم ہے۔ اور لغت عربی میں اختصار کے پیش نظر بزم خواص و عام میں الشیخ بشیر، سماحۃ الشیخ، سماحۃ النجفی، سماحۃ آیۃ اللہ کے نام سے ذکر کیے جاتے ہیں۔

آپ کا گھرانہ برصغیر کا وہ واحد مبارک گھرانہ ہے جس کی اکثر شخصیات صاحبان فضل و کرم ہیں اور سیاسی، سماجی، علمی و فکری اور مذہبی شخصیات رہی ہیں۔ ان میں سے بعض بزرگان کے اسماء میرے قلم کا بوسہ رقم ہیں۔

جد بزرگوار

جناب محمد ابراہیم رضوان اللہ علیہ اپنے قبیلے کے زعیم اور عامۃ الناس میں ایک سیاسی، سماجی، اجتماعی شخصیت اور صاحب حل وعقد تھے۔ مختلف اقوام کے لوگ آپ کی محفل مواعظ میں حاضر رہتے تھے۔ اور آپ کی مجلس کا عموماً عنوان سخن، حق کی تبلیغ و باطل کی تردید ہوتا تھا اور دیگر مکاتب فکر، مسلم و غیر مسلم سے علمی مناظرات جاری رہتے تھے۔ آپ انتہائی فطین و حاضر جواب تھے۔ جس کی وجہ سے تمام حاضرین محفل کی توجہ کا مرکز ہوتے تھے۔

اور کئی اخلاقی خصوصیات سے متصف تھے جن صفات کا ایک مومن میں ہونا ضروری ہے۔ مثلاً

۱۔ مہمان نوازی:

شبانہ روز آپ کا ڈیرہ قریب و بعید، مسافر وحاضر لوگوں سے بھرا رہتا تھا۔

۲۔ خوش لسان و رحم دل:

آپ خوش لسان و رحم دل تھے۔ جس کی وجہ سے آپ مقبول عام وخاص تھے۔

۳۔ سادہ مزاجی:

معاشرے میں سیاسی، سماجی، مذہبی، الغرض تمام اعتبار سے ایک

معروف شخصیت ہونے کے باوجود لوگوں میں بیٹھے ہوئے غریب آدمی کی طرح لگتے تھے۔

۴۔ تدین:

باٹا پور کے علاقے سے پانچ میل دور تک بھی اگر کوئی پوچھتا کہ یہاں پر کسی مؤمن کا گھر ہے؟ تو لوگ یہی کہتے جی ہاں وہ باٹا پور میں محمد ابراہیم کا گھر ہے۔جب کبھی گھر میں افراد خانہ ایک ساتھ جمع ہوتے تو آپ ان کو اپنی حیات سے نصیحت آموز واقعات سنا کر وعظ و نصیحت کرتے تھے۔اور فرماتے تھے دیکھو! گھر میں ، قوم میں ، گاؤں میں اور گاؤں سے باہر تک کسی آدمی کو میں نے آج تک شکایت کا موقع نہیں دیا۔ میرے بچو! میں نے فولاد کی زندگی گزاری ہے۔ اور اپنے آہنی ہاتھوں سے تمہاری تربیت کی ہے۔

خبردار ! گھر میں ، گلی کوچے میں کبھی تمہاری شکایت نہ سنوں ۔

آپ کو دین سے اس قدر وابستگی تھی کہ آپ کی ہی وجہ سے آیۃ اللہ العظمٰی اور باقی اولاد کو مدارس دینیہ میں بھیجا گیا۔

آپ اکثر اوقات پروردگار سے یہ دعا کرتے تھے ''پروردگار ! جب تک میری نسل میں علم دین باقی رہے میری نسل باقی رہے۔ اور جب میری اولاد میں علم دین ختم ہوجائے تو میری نسل کو ختم کردینا ''۔

اس بزرگوار کی خصوصیات اور آثار زندگی مشکلات کی وجہ سے اگرچہ کتابی شکل میں محفوظ نہ ہوسکے مگر ان کی اولاد میں آج بھی سنت حسنہ کے طور پر موجود ہیں۔

آپ تقسیم برصغیر سے پہلے جالندھر میں رہتے تھے۔ تقسیم برصغیر کے بعد پاکستان لاہور تشریف لے آئے۔اور ۱۹۶۲ء میں آپ جوار محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کرگئے۔ اس وقت آیۃ اللہ العظمٰی جامعۃ المنتظر لاہور میں پڑھتے تھے۔ فون پر آدھی رات کے بعد آپ کو اطلاع ملی کہ دادا جی دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں اور کل دو بجے نماز جنازہ ہے ۔ اور رات کو اطلاع دینے کی غرض یہ تھی کہ صبح پہلی وین پر گھر روانہ ہوجائیں ۔مگر آیۃ اللہ العظمٰی کسی کو بتلائے بغیر بارہ بجے تک دروس پڑھتے رہے۔اور دروس کے بعد جب مولانا عبد الغفور صاحب سے چھٹی لینے گئے تو وہ حیران ہو کر کہنے لگے '' بشیر حسین ! آپ کے دادا جی وفات پاگئے اور آپ مزے سے درس پڑھ رہے ہیں، کسی کو بتلایا بھی نہیں''۔ آیۃ اللہ العظمٰی نے فرمایا ''قبلہ ! دادا جی دنیا سے چلے گئے ۔ اب وہ واپس تو نہیں آسکتے اور میں فاتحہ وتلاوت قرآن کے ذریعہ ان کا حق ادا کرتا رہوں گا۔ اور اگر آج کا درس بھی ضائع کردیتا تو اس کا جبران فاتحہ سے تو نہیں ہوسکتا تھا''۔(اللہ اکبر)

جب آیۃ اللہ العظمٰی گھر پہنچے تو نماز جنازہ ہوچکی تھی اور قبرستان میں میت رکھ کر آپ کا انتظار کیا جارہا تھا۔ آپ نے جاکر دادا کا آخری دیدار کیا اور اگلے دن کا درس پڑھنے کے لیے شام کو مدرسہ میں واپس آگئے۔ اور اس وقت بھی جب آخری دیدار کیا بغل میں کتاب دبائے دادا کے فراق میں کھڑے رو رہے تھے۔

والد گرامی

آپ کے والد گرامی جناب صادق علی مرحوم رضوان اللہ علیہ شمائل و خصائل میں اپنے باپ کی ڈپلیکیٹ کتاب تھے۔ جس کی بناء پر اپنے والد کے بعد مقبول عام و خاص تھے۔اور بلا فرق آپ کی محافل بھی ذکر محمد وآل محمد صلی

اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مزین رہتی تھیں۔ دیگر مکاتب کے حضرات سے بحث و مباحثہ روز کا معمول تھا۔ خاندان و علاقہ میں آپ کی دینداری و سادگی کا کافی اثر تھا۔

ایک دفعہ آپ جوانی کے ایام اپنے سسرال کے گاؤں سے واپس آرہے تھے۔آپ کے سسر گرامی جناب مہر دین مرحوم کافی مالدار آدمی تھے۔ انھوں نے اپنی بیٹی کو ایک گائے تحفتاً بھیجی اور وہ گائے لے کر آرہے تھے۔راستے میں لوگوں کی زراعت کے کھیت تھے۔ جب آپ ان کے درمیان سے گزرنے لگے تو گائے کا منہ رسی سے باندھ دیا تاکہ فصلوں سے کچھ نہ کھاسکے۔ مبادایہ کہ وہ گھاس جو لوگوں کی فصلوں سے کھائے وہ دودھ کا قطرہ بن کر میرے بچوں کے منہ میں چلا جائے۔ اور مجھے یہ گوارہ نہیں کہ میرے بچوں کے منہ تک وہ دودھ کا قطرہ جائے جو حرام غذا سے بنا ہو۔

آپ نے خاندان و علاقے کے لوگوں کی دینی و دنیاوی بہت خدمات انجام دیں۔ بالآخر ۱۹۸۴ء میں اس تشنہ حسرت کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوگئے کہ بشیر حسین ! کبھی تو پاکستان آکر مجھے منہ دکھلا جا۔ میں تیری جوانی دیکھوں ، تجھے عمامہ پہنے ہوئے دیکھوں ، تجھے لباس مقدس میں دیکھوں ۔

اپنے علاقے سے کربلا ونجف جانے والے زائرین کو رو رو کر کہتے تھے مولا کے نام پر بشیر حسین سے ملنا ۔ اسے میری طرف سے کہنا کہ بس تیرا باپ تیرے آخری دیدار کا طالب ہے ۔ ایک بار پاکستان آجا ، پھر چلے جانا ۔ مگر مگر..................

ایک دفعہ آپ نے آیۃ اللہ سید محسن الحکیم رضوان اللہ علیہ کو خط لکھا کہ فلاں فلاں وضع و قطع کا ایک پاکستانی طالبعلم نجف میں ہے ۔ اسے ایک بار پاکستان آنے کے لیے کہا جائے۔ آیۃ اللہ سید محسن الحکیم رضوان اللہ علیہ نے سماحۃ الشیخ کو بلوا کر خط دیا تو سماحۃ الشیخ نے فرمایا '' بشیر نے اپنی دنیا مولا امیر المؤمنین علیہ السلام کے نام پہ قربان کر دی ہے۔اب دنیا میں ملنے کا حقدار نہیں ہوں۔ آخرت میں ہی بابا سے ملوں گا''۔

لیکن آیۃ اللہ العظمیٰ کے نجف سے واپس نہ جانے اور علم دین پر کسی شئی کو ترجیح نہ دینے کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آپ کو احساس یار و صدمہ فراق نہ تھا بلکہ آپ نہایت ہی نرم دل ہیں۔ اور آپ بھی ان کی محبت و فراق میں غمزدہ ہوتے تھے۔ لیکن غیرت دین و غیرت علم دامن گیر تھی۔ اور ساتھ یہ کہ

☆ جو حسرتِ دیدار میں لذت ہے وہ چھونے میں نہیں

وہ تشنہ حسرت جو آپ کے والد گرامی دل میں لیے دنیا سے چلے گئے اس کو آج بھی سماحۃ الشیخ یاد کرتے ہیں اور وطن کی خوشبو سونگھنے کے لیے ترستے ہیں ۔ اسی لیے پاک و ہند کے زائرین جب آپ سے ملنے آتے ہیں تو وطن کی محبت کا احساس کرتے ہیں۔

مبارک گود

آپ کی والدہ معظّمہ ایک شریف الحسب و شریف النسب خاندان کی بیٹی تھیں۔ اور ایک شریف الحسب و شریف النسب خاندان کی بہو تھیں۔ اس لیے معظّمہ کی گود میں کھلنے والے سارے پھول گلاب تھے۔

معظّمہ اپنے قبیلے کے رئیس جناب مہر دین مرحوم رضوان اللہ علیہ کی بیٹی تھیں جو کہ کافی ثروت مند اور زمیندار شخصیت تھے۔ اگرچہ ان کا نام مہر دین تھا مگر دین و دنیا کے مہر تھے۔ معظّمہ سیرت زہرا سلام اللہ علیھا کا ایک نمونہ تھیں ۔ اس بناء پر میں اس عظیمۃ الاشراف بی بی کے شرم و حیا و شرافت پہ کیا لکھوں ؟ ۔ قلم عاجز ہے اور یہ بھی جناب زہرا علیھا السلام کی عظمت کا اک پہلو ہے کہ جس کی کنیز کی عظمت پہ کچھ لکھنے سے قلم عاجز ہو مخدومہ سلام اللہ علیھا کی عظمت کون بیان کر سکتا ہے۔

البتہ اپنے عجز قلم کے پیش نظر صرف اتنا لکھتا ہوں کہ یہ وہ مبارک گود ہے جس میں میرے امام وقت کے ایک نائب نے پرورش پائی ۔

سلام ہو پرورش پانے والے پر اور پرورش کرنے والی گود پر جس نے پوس کر زمانے کو نائب امام زمانہ دیا

اس ام الاشراف بی بی کی خدا و رسول اور جناب بتول علیھا السلام کے نزدیک عظمت کی انتہا کیا ہے؟ وہی بہتر جانتے ہیں۔ میں تو صرف ان کی شان کی آغاز پرواز جانتا ہوں ۔وہ یہ کہ اس معظّمہ کی عظمت کا پہلا زینہ ایک مجتہد دوراں ہے۔ جو زندہ شریعت ، زندہ حقیقت اور سنت آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا پر تو ہے ۔ جس کا فہم و افہام ، قول و کلام قرآن و حدیث کا کاشف نظر آئے ، جو انداز عجم کو بیان عرب میں ڈھالے تو عرب انگشت بہ دانداں نظر آئے۔ اور رموز معانی عشق کو چھیڑے تو نہج البلاغہ کا مترجم نظر آئے۔

کسی دانا کا قول ہے کہ '' اولاد خاندانی شرافت کا باب ہے ''۔ اس بناء پر '' اے معظّمہ !! تیرا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ تو نے اپنے لختِ جگر کو وادی علم میں بھیج کر اپنی شرافت کے باب کو شہرِ علم کے باب سے متمسّک کر دیا۔اس لیے جب تیرے باب شرافت (آیۃ اللہ العظمیٰ) میں منطق و فلسفہ ، فقہ و اصول اور تفسیر و حدیث کا مشاہدہ کرتا ہوں تو بے ساختہ منہ سے نکلتا ہے۔

☆ اے مادر بشیر ! تیرے شیر کی لہریں
فقہ و اصول، تفسیر و حدیث یعنی علم کی نہریں
(سلام اللہ علیک یا سیدتی)

علامہ سید محمد یارشاہ نجفی رضوان اللہ علیہ سے کسی مومن نے پوچھا قبلہ ! کیا وجہ ہے کہ ہماری قوم (اردو) سے کوئی عالم دین مجتہد نہیں بن سکا۔ ہمیشہ عرب و فارس کے علماء ہی کیوں مجتہد بنتے ہیں ؟

قبلہ بزرگوار نے فرمایا :

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی مائیں بغیر وضو کے آٹا خمیر نہیں کرتیں ، ذکر خدا و درود کے بغیر بچے کو دودھ نہیں پلاتیں۔ جبکہ ہماری مائیں بیچاری بسم اللہ بھی بہت کم پڑھتی ہیں ۔

میں استادالعلماء قبلہ سید یار شاہ نجفی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں عرض کروں گا ۔ اگرچہ وہ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں مگر فرشتے علماء اھل بیت علیہم السلام کی خدمت میں مامور رہتے ہیں ۔ میری عرض ان تک پہنچا دیں گے ۔ قبلہ ! بیشک آپ کا جواب اس نیت کے ساتھ صد در صد درست ہے کہ اولاد کو علماء بنانے سے پہلے ماؤں کو درس پاکیزگی سکھلاؤ۔ مگر تشیع کے حصار میں باطہارت آٹا خمیر کرنے والی ماؤں میں ایک مادر برصغیر کا نام بھی لکھ لو ۔ جبکہ ممکن ہے کہ پردے میں نشین اور بھی ہوں۔

معظّمہ کی اولاد سے میں نے یہ روایت سنی ہے کہ آپ کو عالم خواب میں امیرالمؤمنین علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی اور مولا امیر علیہ السلام نے آپ کو بشارت دی کہ عنقریب اللہ تجھے ایسی اولاد عطا کرے گا جو دین الٰہی کی خدمت کرے گی۔

بیشک امام معصوم کا فرمان خواب و ہوش دونوں صورتوں میں صواب ہوتا ہے۔اور معظّمہ کا یہ خواب ، خوابِ یوسف علیہ السلام سے کم نہیں تھا اور اس کی تفسیر بھی تفسیر یوسف علیہ السلام سے کم نہیں ہے۔ معظّمہ نے یہ خواب سماحۃ الشیخ کی دنیا پر آمد سے پہلے دیکھا تھا۔

جب سماحۃ الشیخ پیدا ہوئے تو آپ باقی بچوں سے عادات و صفات میں کافی ممتاز تھے ۔ اور بچپن میں انتہائی ذہین ہونے کی وجہ سے محظوظ کن لطیفانہ حرکات کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے مرعوب رکھنے کی غرض سے جناب کو مادر گرامی ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتی تھیں۔ جس طرح عموماً گھروں میں مائیں کرتی ہیں۔

سماحۃ الشیخ فرماتے ہیں '' اب اگر کبھی بچپن کی ادائیں ، ماں کی محبت ، لمبی جدائی یا دوں کو اداس کرنے لگتی ہے تو ماں کے ہاتھوں کا بوسہ لینے کی غرض سے اس جگہ کو چومتا ہوں جہاں مجھے ماں تادیب کی خاطر مس کیا کرتی تھیں۔ لیکن یہ ماں باپ کی شفیقانہ تربیت کا اثر ہے کہ میرا بچپن جس میں انسان کم فہمی کی بنا پر غلط حرکات بھی کر سکتا ہے ۔ میرے بانکپن کی طرح بے داغ ہے۔

جاری ہے -- - - - - -

فرانس سے آئے مومنین کی مرجع عالی قدر سے ملاقات

فرانس سے آئے ہوئے پاکستانی مومنین نے مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمی شیخ بشیر حسین نجفی دام ظلہ سے ان کے مرکزی دفتر میں ملاقات کی ۔ اس ملاقات کا مقصد مرجع عالی قدر سے علمی استفادہ کرنا تھا ۔

اس ملاقات میں مرجع عالی قدر نے فرمایا:۔ کہ زیارت کا معنی کیا ہے اور زیارت کی قبولیت کی نشانی کیا ہے ؟بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ چند گھنٹے ضریح کے پاس بیٹھنے سے زائر حسین علیہ السلام بن جاتا ہے، ایسی بات نہیں ہے کیونکہ اگر چند گھنٹے بیٹھنا کافی ہوتا تو صدام جو حجاج کے بعد عراق کا ظالم ترین بادشاہ تھا وہ بھی کبھی کبھی حرم میں بیٹھتا تھا۔

اے مومنین کرام زیارت کا معنی یہ ہے کہ آپ کی اور میری روح کا تعلق امام علیہ السلام کی روح سے ہو ۔

میری دعا ہے کہ آپ کو زیارت کی ہمیشہ توفیق حاصل ہو لیکن آپ کی اور میری ذمہ داری یہ ہے کہ اپنی ہر زیارت کو زندگی کی آخری زیارت سمجھیں کیونکہ ہمیں کل تک زندہ رہنے کا یقین نہیں ہے جتنی ہم آئمہ علیھم السلام سے محبت کرتے ہیں ہمارے آئمہ ہم سے بھی زیادہ اپنے شیعوں سے محبت کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے ادھر بھی محبت ہے اور ادھر بھی محبت ہے تو پھر آخر وہ کونسے پردے حائل ہیں میری اور آپ کی روح کے درمیان اور آئمہ کی روح کے درمیان کہ ہمیں صحیح زیارت نصیب نہیں ہوتی ۔ ہمارے کچھ کردار ہیں جو ہمارے اور آئمہ کے درمیان حائل ہیں ۔

ان کو دور کرنے کے لئے مختصر سی نصیحت یہ ہے کہ جب آپ مولا حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے جائیں اور دور سے مولا کا گنبد دیکھیں تو پہلے مولا کے تمام شیعوں کے لئے استغفار کریں تاکہ آپ کی روح اور مولا کی روح کے درمیان راستہ کھل جائے ۔ کم از کم ایک تسبیح استغفار کی کرو۔ وہ مومنین زندہ ہوں یا مردہ۔

اس کے بعد ہر اس شیعہ کے لئے استغفار کرو جس پر آپ نے زیادتی کی ہے حتی اگر آپ نے کسی مومن کو آنکھ سے ڈرایا تھا تو اس کے لئے بھی استغفار کرو اور یہ وعدہ کرو مولا سے کہ جب میں واپس جاوں گا تو اس شیعہ مومن سے معافی بھی مانگوں گا کہ جس پر میں نے زیادتی کی ہے ۔

اس کے بعد اس شیعہ کے لئے استغفار کرو جس نے آپ زیادتی ہے یہ استغفار اس کے لئے اس وجہ سے کرنی ہے چونکہ وہ مولا حسین علیہ السلام کو ماننے والا ہے یہ مولا کی خاطر استغفار کرنا ہے ۔

اس کے بعد اس شیعہ کے لئے استغفار کرو جس نے آپ پر احسان کیا تھا خصوصا والدین کے لئے کیونکہ اگر والد نے اشھد ان علیا ولی اللہ کان میں نہ کہا ہوتا تو معلوم نہیں ہم شیعہ ہوتے یا نہ ہوتے اور خصوصا اپنی ماں کے لئے استغفار کرو کیونکہ اگر ماں نے پاک اور حلال دودھ ہمیں نہ دیا ہوتا تو اس دل میں محبت اہلبیت علیھم السلام کبھی نہ آتی ۔ خدا رحم کرے ان ماوں پر جنہوں نے ہماری پرورش پاک دودھ سے کی۔

اور زیارت کی قبولیت کی نشانی یہ ہے کہ انسان زیارت کے بعد متقی بن جائے کیونکہ قرآن میں آیا ہے خدا صرف متقیوں کے اعمال قبول کرتا ہے اور مولا امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں متقیوں کا امام ہوں۔

صادقین علیہما السلام کے بارے میں

شیخ محمد تقی ہاشمی

کیا آپ جانتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نور مبارک کو خلق کیا اور پھر اہلبیت علیہم السلام کے نور کو۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجر اسود پر قبائل کے درمیان جھگڑے کو حل کردیا جبکہ وہ ایک دوسرے کے قتل پر آمادہ ہو چکے تھے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت ابو طالب علیہ السلام نے حضرعت عبد المطلب کی وصیت کے مطابق نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کی اور وہ کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہ ہوتے تھے اور اپنی اولاد کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا کرتے تھے۔ حضرت ابو طالب علیہ السلام اور آپ کی زوجہ فاطمہ بنت اسد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی اولاد سے بڑھ کر دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت پر عجیب و غریب واقعات رونما ہوئے جیسے مجوسیوں کی آگ کا بجھ جانا،ایوان کسری کے طبقات کا گر جانا، بحر ساوہ کا خشک ہو جانا اور بتوں کے منہ کے بل گر پڑنا

کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت یتیم ہوگئے کہ جب آپ ماں کے پیٹ میں جنین کی صورت میں تھے اور پھر چھ سال کی عمر میں آپ کی والدہ ماجدہ بھی انتقال فرما گئیں اور آٹھ سال کی عمر میں شفیق دادا عبد المطلب کے سائے سے بھی محروم ہوگئے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت زیادہ معجزات ہیں لیکن آپ کا سب سے بڑا زندہ و جاوید معجزہ قرآن مجید ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سلم بچپن میں بھیڑ بکریاں چرایا کرتے تھے اور جوانی میں تجارت کو اختیار کیا۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے موذن حضرت بلال تھے آپ کے خادم حضرت زید اور آپ کے شاعر حسان اور آپ کے علم کو اٹھانے والے حضرت علی علیہ السلام ہوتے تھے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ کہ نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی ایسی مناسبت نہیں چھوڑی کہ جس میں حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کا اعلان نہ کیا ہو۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت امام جعفر بن محمد علیہ السلام کو صادق کا لقب نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا ایک روایت کے مطابق تاکہ ان کو جعفر کذاب سے جدا کیا جا سکے کہ جس نے امامت کا جھوٹا دعوی کیا تھا۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام باجود اس کے وہ درس و تدریس علم و عبادت میں بہت مصروف ہوتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ تجارت کرتے تھے اور بعض اوقات سخت گرمی میں زراعت کے لئے نکل جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں اس بات کو بہت پسند کرتا ہوں کہ ایک انسان روزی کی خاطر گرمی کی اذیت کو برداشت کرے جب کسی شخص نے آپ پر اعتراض کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں رزق و روزی کمانے نکلا ہوں تاکہ تم جیسوں سے بے نیاز رہوں۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بارہ اماموں میں سب سے لمبی عمر پائی۔ سوائے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ علم کی سب سے بڑی مقدار امام جعفر صادق علیہ السلام کے توسط سے ہم تک پہنچی چونکہ آپ علیہ السلام کو علم پھیلانے کا بہت اچھا موقع ملا اور اس طرح آپ کے ہزاروں شاگرد پیدا ہوئے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ اسلام میں جتنے بھی مذاہب ہیں سب مذاہب کے آئمہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد تھے یا تو بلاواسطہ شاگرد تھے جیسے ابو حنیفہ و مالک وغیرہ یا کسی واسطے سے شاگرد تھے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ شیعہ مذہب کی ستر فیصد تک کی دینی معلومات امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف سے ہیں اسی وجہ سے شیعہ کو مذہب جعفریہ بھی کہا جاتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ علم رجال کے ماہرین نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے چار ہزار شاگردوں کے نام شمار کئے ہیں۔ حسن الوشا کہتا ہے جو کہ امام رضا علیہ السلام کے زمانے میں تھا کہ جب میں مسجد کوفہ میں داخل ہوا تو نو سو ۹۰۰ اساتذہ کو دیکھا جو درس دے رہے تھے اور ہر ایک کی زبان پر یہی تھا کہ مجھے سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ جابر بن حیان الکوفی کہ جسے کیمیاء کا استاد کہا جاتا ہے وہ امام صادق علیہ السلام کا شاگرد تھا اور اس نے اپنی کتابوں میں بہت ساری جگہوں پر واضح طور پر لکھا ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے اسے یہ یہ کرنے کو کہا۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ جب امام جعفر صادق علیہ السلام حالت احتضار میں تھے تو آپ نے کچھ دیر کے لئے اپنی آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ میرے قریبیوں کو جمع کرو پس امام علیہ السلام نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ ہماری شفاعت اس شخص کو نصیب نہیں ہوگی جو نماز کو ہلکا سمجھتا ہوگا پھر اس کے بعد امام علیہ السلام اس دنیا فانی سے رحلت فرما گئے۔

امام زمانہ علیہ السلام کے بارے میں سوال اور مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمی بشیر حسین نجفی کے جوابات

مترجم : سید نذر حسنی نجفی

سوال: وہ کونسا ایسا راز ہے جس کی وجہ سے امام مھدی علیہ السلام پردہ غیبت میں ہیں نیز اس غیبت کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: اللہ تعالی کے کاموں میں مصلحت اور علت کو سوائے اللہ تعالی کے اور کوئی نہیں جانتا اورنہ ہی پروردگار کے علاوہ اسے جاننے کا کوئی ذریعہ ہے پس غیبت امام علیہ السلام کی تحقیقی علت خدا کے علم میں ہے البتہ جو کچھ روایات سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ غیبت امام علیہ السلام اللہ تعالی کی طرف سے بندوں کے لئے عقوبت اور سزا ہے پس بندوں کی سرکشی ، شریعت سے دوری اور طاغوت اور جابر حکمرانوں کی پیروی کی وجہ سے اللہ تعالی نے بندوں کو امام علیہ السلام کے مقدس وجود ظاہری سے محروم کر دیا ہے کیوں کہ باقی آئمہ علیھم السلام لوگوں کے درمیان رہے لیکن لوگوں نے ان کے مقدس وجود سے فائدہ حاصل کرنے کی بجائے ان کے حقوق ان سے چھین لئے اور ان سے ایسا سلوک کیا کہ وہ بے ناصر و مددگار مجتمع سے دور زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے ۔ باقی رہا کہ اس غیبت کا کیا فائدہ ہے تو چونکہ انبیاء اور آئمہ علیھم السلام کو اللہ تعالی کی طرف سے دین کے نفاذ اور اپنی حفاظت کے لئے معجزہ کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں تھی لہذا امام علیہ السلام کے لئے لازمی تھا کہ وہ لوگوں کی نظروں سے دور پردہ غیبت میں چلے جائیں تاکہ وہ اس کے ذریعے اپنے آپ کو ان لوگوں سے محفوظ رکھ سکیں جنھوں نے امام مھدی علیہ السلام کے آباء و اجداد ، ان کی اولاد اور ان کے شیعوں کو قتل کیا یہاںتک امام مھدی علیہ السلام کی مدد کرنے والوں کی اتنی تعداد میسر آجائے کہ جن کے ذریعے ان تمام حقوق کو واپس لے سکیں جو ان سے اور ان کے آباء و اجداد سے ظالموں نے چھین رکھے ہیں امام مھدی علیہ السلام کے اس دنیا میں مقدس وجود کا فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے شیعوں کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں ان کی رہنمائی کرتے ہیں اور ان کی صراط مستقیم پر گامزن رہنے میں مدد کرتے ہیں لیکن ہمیں اس بات کا شعور اور علم نہیں ہوپاتا کہ ہماری رہنمائی مدد کرنے والا ہمارا محسن ہمارا امام ہے ۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ جس طرح سورج کے بادلوں یا کسی اور چیز میں چھپ جانے کے باوجود بھی ہم اس کے وجود سے مستفید ہوتے رہتے ہیں بالکل اسی طرح پردہ غیبت کے ہوتے ہوئے بھی امام علیہ السلام کے مقدس وجود سے پوٹھنے والے فیوض اور برکات کی کرنیں ہم تک پہنچتی رہتی ہیں ۔

سوال: مامنا الا مقتول او مسموم یعنی ہم اہلبیت میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو مقتول یا مسموم نہ ہو یہ روایت اس پہ دلالت کرتی ہے کہ تمام معصومین علیھم السلام قتل یا زہر کے ذریعے دنیا سے رخصت ہوں گے یعنی کوئی بھی طبعی طور پر دنیا سے رخصت نہیں ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ روایت بھی اسی قاعدہ کے ضمن میں وارد ہوئی ہے کہ سعیدہ التمیمیہ نامی عورت امام مھدی علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کرے گی جبکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ روایت جامع الاخبار میں وارد ہوئی ہے ؟

جواب: یہ روایت جس کی طرف آپ نےاشارہ کیا ہے سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے بلکہ خود کتاب جامع الاخبار کے بارے میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ آیا حقیقتاً یہ کتاب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے لکھی تھی یا ان کیطرف منسوب کر دی گئی ہےاور باقی رہی وہ روایت کہ جس میں کہا گیا ہے کہ تمام آئمہ علیھم السلام زہر یا تلوار کے ذریعے شہید ہوں گے بعض افراد کے نزدیک مورد اشکال ہے لیکن باوجود اس کے تاریخ اور وہ حوادث جن کا سامنا آئمہ علیھم السلام کو کرنا پڑا اس روایت کے مضمون کلام پر شاہد ہیں۔

سوال: کچھ ایسی روایات ملتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام مھدی علیہ السلام کا نام مبارک لینا حرام ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اگر ان کا نام لیا جائے تو اس کی وجہ سے ظالموں کے ہاتھوں امام علیہ السلام کی گرفتاری یا ان کی شہادت کا ڈر ہے اب اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے چند سوالات پیدا ہوتے ہیں :

۱: ان روایات کی سند کی حوالے سے کیا حیثیت ہے؟

۲: اگر روایات میں امام علیہ السلام کا نام لینے سے منع کرنے کی وجہ گرفتاری وغیرہ کا ڈر ہے تو کیا جب اس قسم کا کوئی ڈر، خوف یا خدشہ نہ ہو تو امام علیہ السلام کا نام لینا حرام نہیں ہوگا؟ یا کیا یہ نام لینے کا حکم تعبدی ہے کہ جس کا کسی زمانے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے؟

۳: ہم کس طرح یہ بات سمجھیں یا تسلیم کریں کہ آئمہ علیھم السلام نے ان کا نام نہ لینے کا حکم دیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا نام ہر ایک جانتا ہے حتی کہ

ان کے دشمن بھی ان کے نام سے واقف ہیں پس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام مھدی علیہ السلام کی بشارت دی اور فرمایا اسمہ اسمی وکنیتہ کنیتی یعنی اس کا نام میرے نام پہ اور اس کی کنیت میری کنیت پہ ہوگی۔ پس ہر ایک کو ان کا نام معلوم ہونے کے باوجود ان کے نام کو مخفی رکھنے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: جن روایات مین ولی اللہ الاعظم حضرت امام مھدی علیہ السلام کا نام نہ لینے کا حکم دیا گیا ہے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور اس کثرت تعداد کی بنیاد پر ہم تواتر اجمالی یا تواتر معنوی کا آسانی سے دعویٰ کر سکتے ہیں اور یہی چیز ہمیں ہر ہر روایت کی سند دیکھنے سے بے نیاز کر دیتی ہے کیونکہ اس تواتر اور روایات کی کثرت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم دعوی کر سکتے ہیں کہ ان میں سے بعض روایات کی سند صحیح ہے پس جب یہ روایات متواترہ ہیں تو اس بات میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا کہ امام علیہ السلام کا نام مبارک نہ لینے کا حکم ثابت ہے البتہ باقی رہا یہ کہ آیا یہ حکم کسی خاص علت یا وجہ کی بناء پر ہے یا دشمنوں کی طرف سے امام علیہ السلام کی تلاش ، گرفتاری یا شہادت وغیرہ کے خوف و خدشہ کے ساتھ یہ حکم مربوط و مقید ہے یعنی جب اس قسم کا خوف نہ ہوتو نام لینے کا حکم ختم ہو جائے گا پس ضروری نہیں کہ امام علیہ السلام کے نام کے ذکر کرنے سے یہ وجہ ہو خصوصا جب کہ اخبار میں صراحتا بیان کر دیا گیا ہے کہ ان کا نام وہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے اور امام علیہ السلام کی کنیت اور لقب تو چھوٹے بڑے، مومن کافر، دوست دشمن ہر ایک کے درمیان معروف ہے اور یوں بھی جب کوئی امام علیہ السلام کی تلاش میں نکلا ہوا ظالم ان سے ان کے نام کے بارے میں سوال کرے تو وہ اپنے اس مخصوص نام کے علاوہ اپنے بہت سارے اسماء میں سے کوئی ایک نام بھی بتا سکتے ہیں اور وہ اس طرز عمل کے ذریعے ظالموں سے محفوظ رہ سکتے ہیں پس جو شخص بھی امام علیہ السلام کا نام مبارک جانتا ہے اس کے لئے ان کا نام نہ لینے کا حکم تعبدی ہے لیکن امام علیہ السلام نے خود اپنے نام مبارک کو نام بتایا ہے اور ان کے علاوہ بہت سارے علماء نسب اور علماء تاریخ نے بھی اسے ذکر کیا ہے کہ امام علیہ السلام کے والد کی کنیت ابو محمد ہے ۔ باقی رہی یہ بحث کہ امام علیہ السلام کے اسم مبارک کو مخفی رکھنے کا کیا فائدہ ہے تو جب کہہ چکے ہیں کہ ان کا اسم مبارک نہ ذکر کرنے کے بارے میں حکم تعبدی ہے تو پھر یہ بحث کرنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی لیکن اس مٰیں کوئی شک نہیں کہ ان کا نام مبارک مخفی رکھنے کے بہت فوائد ہیں کہ جن میں ان کے نام مبارک کی ہیبت اور احترام میں اضافہ بھی شامل ہے یعنی جس طرح خود امام علیہ السلام غائب اور مخفی ہیں اسی طرح ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان کے نام کو مخفی رکھیں تاکہ لوگ ان کی ذات کی طرح بلکہ ان کی ذات سے بھی پہلے ان کے نام مبارک کے شائق اور مشتاق رہیں اس کے علاوہ اس کے اور بھی فوائد کا فرض کرنا ممکن ہے۔

سوال: محقق قمی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابلیس کو نیزہ مار کر قتل کریں گے اور بعض دوسری روایات اور اخبار میں وارد ہوا ہے کہ امام مھدی علیہ السلام کوفہ کے قریب ابلیس کو قتل کریں گے ان دونوں روایتوں کے درمیان جمع کسطرح ہوگا؟

جواب: سب سے پہلے تو ان دونوں روایتوں کی سند کو دیکھنا ہوگا جو روایت بھی ضعیف ہو اسے رد کردیں اور دوسری کو معتبر سمجھیں گے پس اس طرح دونوں روایتوں میں موجود تعارض ختم ہو جائے گا اور اگر دونوں روایتیں سند کے لحاظ سے صحیح ہوں تو ہم اس کی تاویل و تفسیر یوں کریں گے کہ حضرت امام مھدی علیہ السلام حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے شیطان کو قتل کریں گے جیسے کوئی سلطان اپنی فوج کو کسی کام کا حکم دیتا ہے اور یہ کام سلطان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور اسی معنی کی تفسیر اللہ تعالی کا یہ قول بھی کر رہا ہے و ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی ۔ اے رسول تم نے جس وقت ان کو پتھر مارا تو یہ پتھر تو نے نہیں مارا بلکہ خدا نے مارا۔ (سورہ انفال آیت ۱۷)
اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ، بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ در حقیقت اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ (سورہ الفتح آیت ۱۰)

سوال: حضرت عیسی علیہ السلام ہی کیوں امام مھدی علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے اور یہ امر حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ کیوں مختص ہے کسی اور نبی کے ساتھ نہیں؟

جواب: آپ کا یہ سوال بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیوں حضرت نوح علیہ السلام کے بعد آئے پس رسولوں اور انبیاء اور حجج الہی کا بھیجنا خدا کا کام ہے اللہ تعالی کے ہر کام میں کیا مصلحت چھپی ہوتی ہے اس کا علم فقط خدا کو ہوتا ہے بہرحال اس بات کا جاننا انتہائی ضروری ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ تکالیف اور پریشانیاں اہل کتاب یہود و نصاری سے پہنچیں ، عیسائیوں اور یہودیوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ حضرت عیسی ابن مریم علیہما السلام کی پیروی کریں پس جب وہ حضرت عیسی علیہ السلام کو حضرت امام منتظر علیہ السلام کی فوج میں دیکھیں گے تو یہ ان کے لئے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر محکم دلیل ہوگی ۔ حضرت عیسی علیہ السلام کو امام مھدی علیہ السلام کے ساتھ شائد اس لئے خاص قرار دیا گیا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی لشکر امام علیہ السلام میں موجودگی جنگ سے پہلے اہل کتاب کے لئے اتمام حجت قرار پائے۔

خدا نے ہمیں شیعہ بنا کر ہمیں اپنی بہت بڑی نعمت سے نوازا ہے اور شیعہ بننے کا حق ادا کرنا ہمارا فریضہ ہے

امریکہ سے آئے مومنین نے مرجع عالی قدر سے ان کے مرکزی دفتر میں ملاقات کی اس ملاقات کا مقصد مرجع عالی قدر سے علمی استفادہ کرنا تھا۔ مرجع عالی قدر نے ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ ان لا تخافوا و لا تحزنو-----

میرے بھائیو۔ اس آیت میں خدا نے ہم سے دو چیزوں کا مطالبہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر تم دو چیزوں کے پاپند ہو جاوگے تو ہم تمھیں پانچ چیزیں عطا کریں گے اور اگر ان دو چیزوں پر غور کیا جائے تو حقیقت میں وہ ایک چیز ہے۔ تو گویا خدا کہہ رہاہے کہ تم ایک کرو ہم تمھیں پانچ دیں گے۔

خدا نے فرمایا۔ الذین قالوا ربنا اللہ ۔ وہ لوگ کہ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب صرف اللہ ہے۔ عربی زبان میں دو مختلف تعبیریں ہیں اور ان کے مختلف معانی ہیں ۔ ایک دفعہ کوئی کہتا ہے اللہ ربنا اور ایک دفعہ کوئی یہ کہتا ہے ربنا اللہ ۔ ان دونوں جملوں کے معانی مختلف ہیں اللہ ربنا کا مطلب ہے کہ اللہ میرا رب ہے جبکہ ربنا اللہ کا معانی ہے کہ میرا رب صرف اللہ ہے۔ میں کسی اور کے آگے سر نہیں جھکاتا بلکہ صرف خدا کے آگے سر جھکاتا ہوں ۔ لہٰذا ہمیں دل سے کہنا ہے کہ ہمارا پروردگار صرف اللہ ہے۔

اور پھر فرمایا ثم استقاموا کہ اس پر ثابت قدم رہتے ہیں۔

اگر ہم نے ایسا کر دیا یعنی کہا کہ ہمارا رب صرف اللہ ہے اور پھر اس پر ثابت قدم رہے تو خدا فرماتا ہے کہ تتنزل علیھم الملائکۃ کہ جب موت کا وقت قریب ہوگا تو جوق در جوق رحمت کے فرشتے اس کو مبارک باد دینے آئیں گے اور وہ فرشتوں کا گروہ کہے گا کہ ان لاتخافوا کہ تم موت سے نہ ڈرو ۔ وہ دیکھو سامنے رسول خدا اور آئمہ علیھم السلام موجود ہیں اور تم سے پہلے مومن اس دنیا سے جاچکے ہیں وہ تمہارے استقبال کے لئے کھڑے ہیں ۔ ولاتحزنوا تم چھوٹے بچوں کو چھوڑ رہے ہو ، گھر والوں کو چھوڑ رہے ہو ان کی فکر نہ کرو خدا ان کی حفاظت کرے گا۔ تو خدا نے تین چیزیں عطا کیں ۔۱: ملائکہ کا آنا۔ ۲: موت سے نہ ڈرنا ۳: حزن و غم ، اولا د اور گھر والوں کا نہ کرو۔

اور چوتھی چیز یہ ہے کہ وابشروا کہ تمھیں خوشخبری ہو اس جنت کی کہ جس کے بارے میں تمھیں رسول خدااور آئمہ بتا چکے ۔ تم صرف ایک کرو کہ میرا رب

صرف اللہ ہے ، اس کی اطاعت کرتا ہوں۔ ایسی اطاعت کرنے والوں کی مثالیں ہمارے پاس موجود ہیں ۔

پانچ چیزیں اللہ نے ایک کے بدلے میں عطا کیں ہیں ۔۱: ملائکہ کا آنا ۲: موت سے نہ ڈرو۳: اولاد اور گھر والوں کا غم نہ کرو ۴: بشارت ۵: جنت کا عطا کرنا

میثم تمار مولا کے صحابی ہیں اس سے ابن زیاد ملعون نے کہا تھا کہ ابو تراب کو چھوڑ دو تو میثم تمار نے جواب دیا کہ نہیں چھوڑوں گا تو ملعون نے کہا کہ میں تمہارے ہاتھ پاوں کاٹ کر درخت پر لٹکا دوں گا تو میثم تمار نے فرمایا کہ میرے مولا نے مجھے بتایا تھا کہ یہ تمہارے ہاتھ پاوں کاٹ کر فلاں کھجور کے درخت پر لٹکا دیں گے اور میں اس کھجور کے درخت کو بھی جانتا ہوں مجھے پرواہ نہیں ہے اور مجھے میرے مولا علی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ تم میری زبان بھی کاٹ دو گے۔ تو اس پر ابن زیاد ملعون نے کہا کہ میں تمہارے مولا کو نعوذ باللہ جھوٹا ثابت کروں گا ۔ میں تمہارے ہاتھ پاوں کاٹ دوں گا اور تمہاری زبان چھوڑ دوں گا۔ تو میثم تمار نے فرمایا کہ بدبخت تم ایسا نہیں کر سکتے ابن زیاد نے کہا کہ میں ایسا کروں گا۔ میرے بھائیو۔ آو میثم کو دیکھو اس کے دونوں ہاتھ پاوں کاٹ دیے کھجور کے درخت پر سولی چڑھا دیا گیا اور اس کا خون پرنالے کی طرح بہہ رہا تھا ۔ اس نے مولا علی علیہ السلام سے منہ نہیں موڑا اور کہا آئے لوگوں آو میں تم کو مولا علی علیہ السلام کے فضائل سناوں قبل اس کے کہ میں شہید ہو جاوں۔ لوگوں نے اپنی کاپیاں کھول دیں ۔ لکھنا شروع کر دیا۔

آپ بھی اپنے دین کو پختگی کو پکڑلیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں سے دین سے منہ نہ موڑیں ۔ ان گزشتہ پانچ چیزوں کے علاوہ مولا امیر المومنین علیہ السلام بھی تشریف فرما ہوں گے اور آپ عزرائیل کو حکم دیں گے کہ میرے اس مومن اور شیعہ کی روح ذرا آرام سے نکال یہ میرا شیعہ ہے اور آرام سے روح نکال اور آرام سے روح نکال اور آرام سے روح نکال۔ اس کو اذیت نہ ہونے پائے ۔ کس قدر رحمت کا وقت ہوگا مولا عزرائیل کو وصیت کر رہے ہوں گے کہ اس کو تکلیف نہ دو اور ادھر فرشتے مومن کو مبارک باد دے رہے ہوں گے ۔ یہ صرف اسی وقت ہوگا کہ جب آپ تمام زندگی یہ کہیں کہ میرا پروردگار صرف اللہ ہے ، میں صرف خدا کی اطاعت کروں گا، اپنے نفس کی اطاعت نہیں کروں گا ، کچھ لوگ اپنے رب کی اطاعت چھوڑ کر اپنے نفس کی پوجا کرتے ہیں ۔ خدا نے ہمیں شیعہ بنا کر اپنی بہت بڑی نعمت سے نوازا ہے ۔ اب شیعہ بننے کے بعد اس کا حق ادا کرنا ہمارا فریضہ ہے ۔

خدا نے قرآن میں ایک قانون بنایا ہے کہ خدا صرف متقیوں کے اعمال قبول کرتا ہے ، بس ہم کو فقط متقی بننا ہے۔

کراچی سے آئے ہوئے مومنین کی مرجع عالی قدر سے ملاقات

کراچی سے تعلق رکھنے والے قافلہ سالار جناب احمد رضا صاحب اور پنجاب کے ضلع وھاڑی سے تعلق رکھنے والے قافلہ سالار شاھد اقبال صاحب اپنے تمام رفقاء سمیت مرجع عالی قدر کی خدمت میں نجف اشرف ان کے مرکزی دفتر میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کیا۔اس ملاقات کامقصد مرجع عالی قدر کی زیارت اور ان سے علمی استفادہ کرنا تھا۔

اس ملاقات میں مرجع عالی قدر سے خمس کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ہم سہم سادات مرجع عالی قدر کی اجازت کے بغیر مستحق سید کو دے سکتے ہیں؟

تو مرجع عالی قدر نے فرمایا کہ آپ میری اجازت کے بغیر سہم سادات مستحق سید کو دے سکتے ہیں اگراس میں یہ شرائط موجود ہوں۔ ۱: وہ سید شیعہ اثنا عشری ہو یعنی بارہ اماموں کو امامت کا قائل ہو۔ ۲: محتاج ہو یعنی اس کو حاجت ہو۔ ۳: اس پیسے کو گناہ پر خرچ نہ کرے۔ مثلا خمس کے پیسوں سے سینما نہ دیکھے۔

اگر یہ شرائط ہوں تو آپ مال خمس میں سہم سادات سید کو دے سکتے ہیں لیکن اگر آپ کو خوف ہے کہ وہ یہ مال معصیت خدا میں خرچ کرے گا تو پھر آپ اس کو اناج خرید کر دیں۔ پیسہ اس کے ہاتھ میں نہ دیں۔ اسی طرح اگر اناج ہے تو چاول کپڑے وغیرہ خرید کر دیں۔ اگر آپ کو خوف ہے کہ وہ گناہ پر یہ مال خمس خرچ کرے گا اور آپ پیسہ پھر بھی اس کو دیتے ہیں تو پھر آپ بھی شریک گناہ ہوں گے۔

مرجع عالی قدر نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ سہم سادات مستحق کو دینے میں میری اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ جبکہ مال امام کا ایک پیسہ بھی آپ مجتہد کی اجازت کے بغیر خرچ نہیں کر سکتے۔ اگر آپ نے مال امام میں سے ایک پیسہ بھی مجتہد جامع الشرائط کی اجازت کے بغیر خرچ کیا تو آپ نے مال امام میں خیانت کی ہے۔

اس ملاقات میں زائرین پاکستان نے جب مرجع عالی قدر سے استفسار کیا کہ بینک میں پیسے جمع کرانے سے جو پرافٹ ملتا ہے وہ جائز ہے یا نہیں؟

تو مرجع عالی قدر نے فرمایا کہ پاکستان میں جو آج کل بینک کا نظام رائج ہے اس کے مطابق پرافٹ لینا حرام ہے۔ اگر کوئی ایک پیسہ بھی لیتا ہے تو یہ ایسے ہے کہ اس نے اپنی ماں بہن کے ساتھ کعبہ میں براکام کیا ہے۔ اس بارے میں روایات یہ کہتی ہیں۔ البتہ خدا نے اکثر امور مثلا اگرآپ مرغی کو ذبح کرنا چاہتے ہیں تو اگر شرعی طریقے سے

ذبح کریں گے تو یہ حلال ہو گی اگر غیر شرعی طریقے سے ذبح کرو گے تو یہ حرام ہو گی ۔ بالکل اسی طرح بینک میں پرافٹ لینے کے بھی دو طریقے ہیں ایک طریقہ حلال اور جائز ہے اور دوسرا طریقہ حرام ہے ۔

حلال طریقہ بیان کرنے سے پہلے ایک بات کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کچھ چیزوں کی خرید و فروخت گن کر ہوتی ہے مثلا مرغی کے انڈے یہ گن کر بیچے جاتے ہیں ۔ بعض چیزوں کی خرید و فروخت تول کر ہوتی ہے اور بعض چیزوں کی خرید وفروخت پیمائش کر کے ہوتی ہے مثلا زمین۔

وہ چیزیں جن کی خرید و فروخت گن کر ہوتی ہے اس کو اگر آپ قرضے پر دیتے ہیں اور پھر واپس لیتے وقت زیادہ لیں تو یہ حرام ہے مثلاً آپ نے کسی کو ساٹھ روپے قرض دیا اور آپ اس سے واپس ستر روپے لیں تو یہ حرام ہے ،گناہ ہے۔ لیکن اگر ساٹھ روپے کو ستر روپے میں بیچ دیں تو یہ حلال ہے ۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے قرض دیں تو زیادہ لینا حرام ہے اگر بیچ دیں تو زیادہ لینا جائز ہے ۔یہ کیوں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کا حکم ایسا ہے اور ہم اور آپ حکم کے بندے ہیں ۔

مرجع عالی قدر نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر آپ بینک میں پیسے جمع کرانے جاتے ہیں اور آپ بینک کے متعلقہ عملے سے کہتے ہیں میں آپ کو ایک لاکھ روپے بیچ رہا ہوں ایک لاکھ دس ہزار کے بدلے میں یعنی بینک والے مال میں آپ کو ایک لاکھ پر جتنا پرافٹ دیں مثلا وہ ایک لاکھ پر سال میں دس ہزار دیتے ہیں تو آپ بینک والوں کو یوں کہیں کہ میں ایک لاکھ آپ کو بیچتا ہوں ایک لاکھ دس ہزار کے عوض میں اور یہ میں سال کے بعد لوں گا تو اب جو آپ پرافٹ لیں گے یہ جائز اور حلال ہے اور ادھر سے بینک والے کہیں کہ ہم نے خریدا ہے تو یہ جائز ہے ۔ اب بینک والا کمپیوٹر پر اور رجسٹر پر جو لکھے وہ آپ کی گردن پر نہیں ہے ۔ اس طریقے پر تمام بینکوں سے پرافٹ لے سکتے ہیں یہ حلال طریقہ ہے ۔ یہ حکم ان بینکوں کا ہے جو اپنے ملکوں میں واقع ہو جن کی حکومت اسلامی حکومت ہو یا اسلامی حکومت کہلاتی ہو جیسا کہ پاکستان کی حکومت اسلامی حکومت کہلاتی ہے تو ان ملکوں میں آپ ان طریقوں سے پرافٹ لے بھی سکتے ہیں اور دے بھی سکتے ہیں ۔ لیکن اگر بینک کا مالک کافر ہے یا حکومت اسلامی نہیں ہے مثلا انڈیا کی حکومت یا امریکہ کی حکومت تو ان ملکوں سے آپ پرافٹ لے سکتے ہیں دے نہیں سکتے ۔ مگر پرافٹ حلال آپ کے لئے تب ہو گا جب آپ اس کا خمس دیں گے۔ اس کا خمس فورا دینا ہے تاکہ یہ پرافٹ آپ کے لئے حلال ہو جائے یہ اس خمس کی طرح نہیں ہے جو آپ سال کے بعد دیتے ہیں بلکہ یہ اس پرافٹ کو حلال کرنے کے لئے ہے ۔

امام صادق علیہ السلام کا اپنے شیعوں کے نام ایک خط

(حصہ اول)

شیخ جعفر علی نجفی

یہ امر کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ مذھب امامیہ کی کتب احادیث میں سے اہم ترین کتاب کافی ہے جسے ثقة الاسلام الشیخ محمد یعقوب کلینی رحمة اللہ علیہ نے غیبت صغری کے دور میں تالیف کیا۔ یہ کتاب موجودہ دور میں آٹھ جلدوں کی صورت میں ہے جن میں سے پہلی دو جلدیں اصولِ عقائد میں اور پانچ جلدیں فروعات میں اور آخری جلد روضة الکافی کہلاتی ہے۔ اس آخری جلد میں مرحوم کلینی نے وہ احادیث جمع کی ہیں جو پہلے والی جلدوں میں مناسب باب نہ پائے جانے کی وجہ سے ذکر نہ ہوسکیں جبکہ یہ احادیث معنی کے حوالے سے انتہائی اہمیت کی حامل تھیں تو انہیں ترک بھی نہیں کیا جاسکتا تھا جس وجہ سے انہیں ایک جلد میں جمع کرکے اس کا نام روضة الکافی رکھ دیا گیا۔ یہ جلد اپنے اندر عظیم اور قیمیتی موتی و جواھر جمع کئے ہوئے ہے۔

مرحوم کلینی نے جس اس حدیث سے روضة الکافی جلد کی ابتداء کی ہے وہ چھٹے امام جعفرالصادق علیہ السلام کا اپنے اصحاب یعنی اپنے زمانے کے شیعہ کی طرف ایک خط ہے۔

امام علیہ السلام کے اس خط کو مرحوم کلینی نے تین اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام علیہ السلام نے اس خط کے لکھنے کے ساتھ اپنے شیعوں کے یہ حکم دیا اس خط کو پڑھیں، پڑھائیں، اس میں غور و فکر کریں، بار بار اس میں نظر کریں اور اس پر عمل کریں تو اسی وجہ سے مومنین اس مبارک خط کو اپنے گھروں میں جائے نماز میں رکھا کرتے تھے اور نماز سے فارغ ہو کر اس میں غور و فکر کیا کرتے تھے۔

چونکہ یہ خط عربی زبان میں تھا تو عرب مومنین تک آسانی سے پہنچ گیا مگر دوسری زبان رکھنے والے مومنین تک بھی پہنچانا چاہئے تاکہ دنیا میں جہاں کہیں بھی جعفر صادق علیہ السلام کو اپنا امام ماننے والا موجود ہو وہ اپنے امام کی طرف سے آنے والے خط کے مضمون سے آگاہ ہوسکے۔

اسی امر کو مد نظر رکھتے ہوئے کوشش کی جارہی ہے کہ اردو زبان والوں تک پہنچانے کی ذمہ داری نبھائی جائے چونکہ یہ خط بہت سارے صفحات پر مشتمل ہے تو اسے قسط وار نشر کرنا مناسب ہے اور ایک آدمی اتنا ہی اس کلام کو اہمیت دے گا جتنا اس کی نگاہ میں امام کی ذات مقدس اھم ہے۔

اس مبارک خط کا مضمون کچھ یوں ہے۔

رسالة أبي عبد الله عليه السلام إلى أصحابه

عن أبي عبد الله عليه السلام أنه كتب بهذه الرسالة إلى أصحابه و أمرهم بمدارستها و النظر فيها و تعاهدها و العمل بها و كانوا يضعونها في مساجد بيوتهم فإذا فرغوا من الصلاة نظروا فيها.

امام صادق علیہ السلام نے خط اپنے شیعوں کی طرف لکھا اور ان کو اس خط کے پڑھنے پڑھانے، اس میں غور و فکر کرنے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا اور امام علیہ السلام کے شیعہ اس مبارک خط کو اپنے گھروں میں جائے نماز میں رکھا کرتے تھے اور جب نماز سے فارغ ہوتے تو اس میں غور و فکر کیا کرتے تھے۔

بسم الله الرحمن الرحيم، أما بعد:

فاسألوا الله ربكم العافية و عليكم بالدعة و الوقار و السكينة، و عليكم بالحياء و التنزه عما تنزه عنه الصالحون قبلكم، و عليكم بمجاملة أهل الباطل، تحملوا الضيم منهم و إياكم و مماظتهم، دينوا فيما بينكم و بينهم إذا أنتم جالستموهم و خالطتموهم و نازعتموهم الكلام.

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔

[اے میرے شیعوں] تمہیں چاہئے کہ تم اطمئنان قلب، سکون اور باوقار انداز میں زندگی گزارو، شرم و حیا کے زیور سے مزین رہو اور ان تمام چیزوں سے دوری اختیار کرو جن چیزوں سے تم سے پہلے صالح افراد بچتے رہے ہیں۔ [اسی طرح] تم پر لازم ہے کہ اہل باطل کے ساتھ بھی اچھے انداز میں پیش آو، ان کی طرف سے ہونے والے ظلم کو برداشت کرواور خبردار ان سے جھگڑا [گالی گلوچ] مت کرو، جب بھی ان کے ساتھ تمہاری بیٹھک ہو، ملنا جلنا ہو اور اس کسی معاملے میں بحث ہوجائے

فإنه لا بد لكم من مجالستهم و مخالطتهم و منازعتهم الكلام بالتقية التي أمركم الله أن تأخذوا بها فيما بينكم و بينهم فإذا ابتليتم بذلك منهم فإنهم سيؤذونكم و تعرفون في وجوههم المنكر، و لو لا أن الله تعالى يدفعهم عنكم لسطوا بكم، و ما في صدورهم من العداوة و البغضاء أكثر مما يبدون لكم،

اور تمہارا ان سے ملنا جلنا اور بیٹھک ضروری ہے اور بعض باتوں میں

بحث بھی ہونے چاہئے ، تو ایسی صورت میں تم پر ضروری ہے کہ ان تمام موارد میں تقیہ کے دامن کو تھامے رہو کہ جس کا حکم تمھیں تمھارے اللہ نے دیا ہے اور جب تمھیں ان کے ساتھ یہ حالات پیش آئیں تو وہ تمھیں اذیتیں پہنچائیں گے جبکہ تم ان کے چہروں سے ہی برائی کے آثار بھانپ لو گے، اور [یاد رکھو] اگر اللہ تعالی تمھارا دفاع نہ کرتا تو یہ اہل باطل تم پر حملہ کر چکے ہوتے [اور تم پر اپنا قہر توڑ چکے ہوتے] اور جو کچھ بغض و عداوت ان کے دلوں میں بھرا ہوا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جتنا یہ ظاہر کرتے ہیں ۔

مجالسكم و مجالسهم واحدة، و أرواحكم و أرواحهم مختلفة، لا تأتلف، لا تحبونهم أبدا و لا يحبونكم، غير أن الله تعالى أكرمكم بالحق و بصركموه و لم يجعلهم من أهله فتجاملونهم و تصبرون عليهم، و هم لا مجاملة لهم و لا صبر لهم على شيء من أموركم، تدفعون أنتم السيئة بالتي هي أحسن فيما بينكم و بينهم تلتمسون بذلك وجه ربكم بطاعته و هم لا خير عندهم،

تمھارا اور ان کا اٹھنا بیٹھنا ایک ساتھ ہی ہے جبکہ تمھاری اِرواح اور ان کی اِرواح حتما مختلف ہیں ان میں کبھی الفت و محبت نہیں ہو سکتی، نہ تم کبھی ان سے محبت کر سکتے ہو اور نہ ہی وہ کبھی تم سے محبت کریں گے۔ [تم میں اور ان میں بہت فرق ہے] اللہ تعالی نے تمھیں حق کے ساتھ متمسک کرکے عزت بخشی ، تمھیں حق کی بصیرت عطا کی ہے جب کہ انہیں اہل حق میں قرار ہی نہیں دیا ۔ لہذا تم ان سے خوش کلامی سے پیش آو اور ان کے مقابلے میں صبر کرو ، حالانکہ وہ تمھارے کسی بھی امر میں خوش روی سے پیش نہیں آئیں گے اور نہ تمھارے مقابلے مِں صبر کریں گے۔ ان کے طرف سے پیش آنے والی برائی کا جواب اچھائی میں دو۔ ان تمام کاموں کے ذریعے اللہ کی قربت طلب کرو[یاد رکھو] اہل باطل کے پاس کوئی اچھائی نہیں ہے۔

لا يحل لكم أن تظهروهم على أصول دين الله، فإنه إن سمعوا منكم فيه شيئا عادوكم عليه و رفعوه عليكم و جاهدوا على هلاكهم و استقبلوكم بما تكرهون و لم يكن لكم النصف منهم في دول الفجار، فاعرفوا منزلتكم فيما بينكم و بين أهل الباطل فإنه لا ينبغي لأهل الحق أن ينزلوا أنفسهم منزلة أهل الباطل لأن الله لم يجعل أهل الحق عنده بمنزلة أهل الباطل، أ لم تعرفوا وجه قول الله تعالى في كتابه إذ يقول أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ

[اے میرے شیعوں] تمھارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ تم دین الھی کے تمام اِصول سے ان کو آگاہ کر دو ، کیونکہ جب تم سے اہل باطل اس طرح کی بات سنیں گے تو تمھارے ساتھ دشمنی پر اتر آئیں گے ، تمھاری باتیں حکام اعلی تک پہنچائے گے [تاکہ وہ تمھیں نقصان پہنچائیں] تمھاری ھلاکت کے لئے کوشش کریں گے اور تمھارے ساتھ وہ سب کچھ کریں گے جسے تم خود ناپسند کرتے ہو جبکہ تمھارے لئے ظالمین کے حکومت میں کوئی انصاف نہیں ہے، لہذا تمھارے اور اہل باطل کے درمیان جو تمھاری قدرومنزلت ہے اسے پہنچانو ، بے شک یہ بات اہل حق کی شان کے خلاف ہے کہ وہ اپنے آپ کو اہل باطل کی منزل پر لے آئیں اس لئے کہ اللہ نے اہل حق کو اہل باطل کی منزلت پر قرار نہیں دیا۔[اے میرے شیعوں]: کیا تم قول الھی کی وجہ نہیں سمجھ پائے کہ جو قرآن میں فرمایا ہے [اَمْ نَجْعَلُ الَّذِینَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحاتِ کَالْمُفْسِدِینَ فِی الْأَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِینَ کَالْفُجّارِ] یعنی : کیا ہم ایمان لانے والوں کو اور اعمال صالحہ انجام دینے والوں کو زمین میں فساد بھرپا کرنے والوں کے ساتھ قرار دیں گے ؟ یا متقین کو اہل فسق و فجور کے ساتھ قرار دیں گے؟ [نہیں ہر گز ایسا نہیں ہوگا]

أكرموا أنفسكم عن أهل الباطل فلا تجعلوا الله تعالى- وَ لَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلى- و إمامكم و دينكم الذي تدينون به عرضة لأهل الباطل فتغضبوا الله عليكم فتهلكوا.
فمهلا مهلا يا أهل الصلاح لا تتركوا أمر الله و أمر من أمركم بطاعته فيغير الله ما بكم من نعمة، أحبوا في الله من وصف صفتكم، و أبغضوا في الله من خالفكم، و أبذلوا مودتكم و نصيحتكم لمن وصف صفتكم، و لا تبذلوها لمن رغب عن صفتكم و عاداكم عليها و بغاكم الغوائل،

[اے میرے شیعوں] اپنے مقام و شرف کو اہل باطل سے محفوظ رکھو اور اللہ تعالی - جو بلند و بالاصفات کا مالک ہے- ، اپنے امام اور اپنے لئے اختیار کئے ہوئے دین کو اہل باطل کے سامنے [کھول] پیش نہ کردو اگر ایسا کیا تو تم نے اللہ تعالی کو اپنے اوپر غضب ناک کیا اور ہلاک ہوئے۔
ذرا ٹھہرو ، ٹھہرا اے اہل صلاح ـ۔ خبر دار امر الھی میں سے کچھ ترک نہ کرو اور اس کے امر کو ترک نہ کرو جس کی اطاعت کا اللہ تعالی نے حکم دے رکھا ہے اگر ایسا کیا تو اللہ تعالی اپنی نعمتیں تجھ سے چھین لے گا۔ اللہ کی خاطر ان سے محبت کرو جو تمھاری صفات سے متصف ہیں اور جو تمھاری مخالفت کریں ان سے بھی بغض رکھو تو اللہ ہی کی خاطر ، اور اپنی محبت و نصیحت بھی اس شخص کے لئے رکھو جو تمھارے دین پر ہے اور جو تمھارے دین سے منہ پھیرے، تم سے دشمنی کرے، تمھارے لئے ھلاکت کا ساز وسامن فراہم کرے اس کی مودت کبھی بھی نہ رکھو۔

هذا أدبنا أدب الله فخذوا به و تفهموه و اعقلوه و لا تنبذوه وراء ظهوركم، ما وافق هداكم أخذتم به و ما وافق هواكم اطرحتموه و لم تأخذوا به، و إياكم و التجبر على الله و اعلموا أن عبدا لم يبتل بالتجبر على الله إلا تجبر على دين الله فاستقيموا لله و لا ترتدوا على أعقابكم فتنقلبوا خاسرين، أجارنا الله و إياكم من التجبر على الله، و لا قوة لنا و لا لكم إلا بالله.

اور یہی ہمارا ادب ہے جو اللہ تعالی نے ہمیں سکھایا ہے لہذا تم اسے اپناو اور اس میں غور وفکر کرو ، خبردار اسے پس پشت نہ ڈال دینا۔ جو باتیں تمھاری ھدایت سے موافق ہوں انہیں لے لو اور جو خواہش نفس کے مطابق ہوں انہیں چھوڑ دو اور انہیں نہ اپناو [میرے شیعوں] اللہ کی سرکشی سے ڈرو اور جان لو کہ انسان اللہ کی سرکشی اس وقت کرتا ہے جب اللہ کے دین میں سرکشی کرنے لگے۔ لہذا اللہ کے لئے درست اور سیدھے ہوجاو اور ایڑیوں کے بل پلٹ نہ جانا کہ نتیجۃ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاو۔
خداوند متعال ہمیں اور تمھیں اپنی سرکشی سے محفوظ رکھے جبکہ ہماری تمھاری جو بھی قدرت و طاقت ہے سب اللہ کی جانب سے ہے۔

مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمی شیخ بشیر حسین النجفی دام ظلہ سے پوچھے گئے

سوالات اور ان کے جوابات

سوال : مغرب میں کافی دفعہ ،کام پر ،سکولوں وغیرہ میں لڑکے لڑکیوں کی مخلوط تقریبات ہوتی ہیں۔جن میں شرکت ضروری ہوتی ہے ۔ حجاب میں رہتے ہوئے ہم ان تقریبات میں شرکت کر سکتے ہیں؟

جواب:شرعی حجاب کی پابندی کے ساتھ شرکت میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اورگناہ بھی سرزد نہ ہو۔

سوال:میں نے سجدہ گاہ نہ ہونے کی وجہ سے ہاتھ کی پشت پر سجدہ کیا ،کیا ہاتھ کی پشت پر سجدہ کرنا جائز ہے ؟

جواب:مذکورہ صورت میں ہاتھ کی پشت پر سجدہ جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ ہاتھ کی پشت پر سجدہ کرنے سے پہلے کاغذ پر سجدہ کیا جائے اور اگر کاغذ بھی میسر نہ ہو تو پھر پشت دست پر سجدہ کیا جا سکتا ہے۔

سوال:میں نماز میں توجہ نہیں رکھ پاتا ۔ پوری کوشش کے باوجود میں نماز پڑھ کے اور بے چین ہو جاتا ہوں ۔ پتہ نہیں عجیب سی کیفیت ہو جاتی ہے مایوسی، بے چینی سی، پتہ نہیں اس طرح کے سوال آپ سے پوچھنے چاہیں یا نہیں ۔ میں نہیں جانتا مگر میں جاننا چاہتا ہوں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے میرے ساتھ۔آپ سے اس لئے پوچھ رہا ہوں کیوں کہ میں خود نہیں جان پا رہا اس کیفیت کی وجہ کیا ہے۔

جواب:نماز میں حضور قلب کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے آپ کو خداوندعالم کے حضور میں اور خدا کی عظمت اور اس کی قدرت مطلقہ کو پوری طرح سامنے رکھے ۔ جیسے انسان بچپن میں اپنے ایسے استاد کے سامنے درس پڑتا تھا کہ جس سے ڈرتا تھا۔نماز میں ہر واجب کو ایسے ہی ادا کرے اور اگر دوران نماز خیال ادھر اُدھر بھٹک بھی جائے تو اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرے اور خدا سے اہل بیت علیہ السلام کی شفاعت سے یہ دعا مانگے کہ خدا اس کو اپنے نفس پر قابو پانے کی توفیق عطا فرمائے۔

سوال:مجھے آپ سے کوئی ایسا عمل یا دعا کے بارے میں پوچھنا تھا جس سے نیک اور شریف رشتہ جلد آجائے۔مہربانی ہوگی آپ کی۔

جواب:بیٹی آپ اور آپ کی والدہ ہر روز دو رکعت پڑھیں اور اس کے بعد دعا کریں اور سورۃ فاطر کی آیت نمبر ۲۹ کی کثرت سے تلاوت کریں اور منت مانیں جو آپ کی حیثیت کے مطابق ہو کہ کچھ رقم شیعہ یتیم بچوں پر صرف کریں گی جب شادی ہو جائے تو اس رقم کا ثواب جناب علی اصغر علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ کریں۔

سوال: کیا نکاح اور طلاق میں گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے؟

جواب: فقہ جعفریہ میں نکاح کے وقت گواہوں کی ضرورت نہیں ہوتی البتہ طلاق گواہوں کے بغیر درست نہیں ہے ۔

سوال:میرا سوال پہلے مہینے میں بچہ ساقط ہونے کے بارے میں ہے۔اگر یہ ممنوع ہے تو کس حالت میں ہم بچے کو ساقط کر سکتے ہیں۔کوئی ایسی صورتیں ہیں کہ جن میں ہم یہ عمل کر سکتے ہیں؟

جواب:اگر بچے کو ساقط نہ کرنے سے ماں کی موت کا یقین ہو تو صرف اس صورت میں بچے کو ساقط کر سکتے ہیں لیکن اس کی دیت ادا کرنا ہو گی اور دیت مدت حمل کے اعتبار سے ہو گی۔

سوال : میری بیوی تین ہفتہ سے حاملہ ہے ، ہمارے پہلے سے تین بچے ہیں اور یہ ہمارے لیے بہت مشکل ہے کہ ہم ایک اور بچہ پیدا کریں ، کیونکہ پہلے سے موجود تینوں بچے چھوٹے ہیں ان کی عمریں ۳،۵اور ۲ سال ہیں ان وجوہات کی بناء پر میری بیوی ایک اور بچے کو پیدا کرنے سے ڈرتی ہے کیونکہ حمل کے دوران وہ تینوں بچوں کا صحیح خیال نہ رکھ پائے گی اور نہ ہی ولادت کے بعد

خیال رکھ پائے گی ۔ جیسا کہ اس اکیلی کو ہمارا خیال رکھنا پڑتا ہے کیونکہ ہمارے خاندان کا کوئی فرد ہمارے ساتھ نہیں رہتا جو کہ اس وقت کے دوران ہمارا خیال رکھ سکے اور ہم کوئی کام کرنے والی بھی نہیں رکھنا چاہتے، میری بیوی نے تیسرے بچے کی ولادت کے دوران بھی یہ مسائل جھیلے تھے، تو کیا ہم حمل گرا سکتے ہیں تاکہ دوسرے بچوں کی تربیت صحیح طور پر کر سکیں ۔

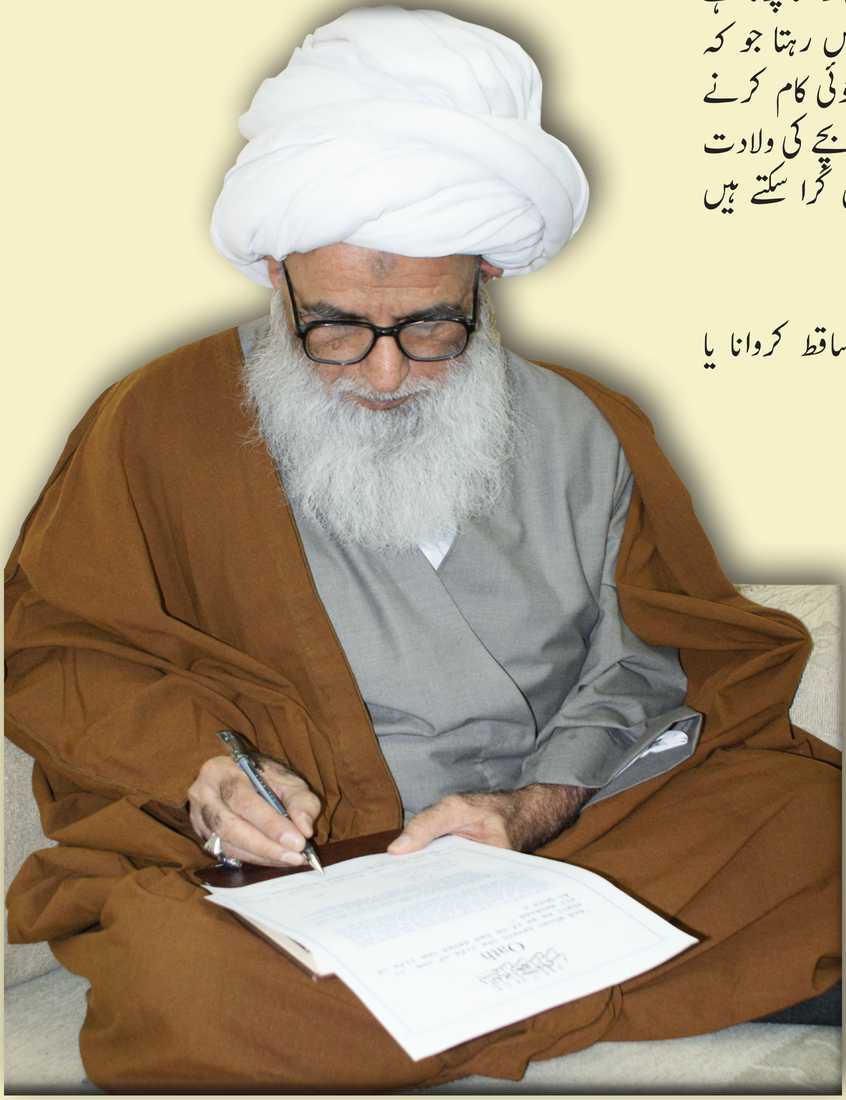

جواب: مذکورہ صورت میں بچے کو گرانا (حمل ساقط کروانا یا کرنا) جائز نہیں ہے اور یہ شرعاً بہت بڑا جرم ہے۔

سوال: میرا سوال یہ ہے کہ آپ عورت کے ہاتھ اور پاؤں کے پردے کا کیا حکم دیتے ہیں ؟
جواب: ہر مومنہ کا فریضہ ہے کہ جناب زہرا (س) کی پردے میں اتباع کریں اور یقیناً منہ اور ہاتھوں اور پاؤں کو چھپانا مطابق احتیاط ہے۔

سوال: قوالی یا منقبت امام جو کہ ہم سنتے ہیں اس کے بارے میں کیا حکم ہے ۔
جواب: وہ قوالیاں جو گانے کی طرز پر ہوتی ہیں ان کا گانا اور سننا و برپا کرنا حرام ہے اس میں فرق نہیں کہ وہ شعر جو قوالی میں پڑھے جائیں وہ غزلیں ہوں یا کسی پاک ہستی کے بارے میں ہوں ۔

سوال: میں جاننا چاہتا ہو ں کہ شریعت میں خلع کیا قانون ہے ؟ اگر بیوی خاوند سے خلع لینا چاہے اور خاوند راضی نہ ہو دینے پر تو کیا حکم ہے ؟ برائے مہربانی مکمل معلومات مہیا کریں۔
جواب: طلاق خلع وطلاق مبارات شوہر وبیوی کے باہمی سمجھوتے سے ہوتی ہے ۔ واللہ العالم

سوال: نذر سے کیا مراد ہے؟
جواب: نذر سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے آپ پر واجب کر لے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کوئی اچھا کام کرے گا یا کوئی ایسا کام جس کا نہ کرنا بہتر ہو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر ترک کر دے گا ۔

سوال: اگر آپ کوئی نذر مانتے ہیں جب آپ مشکل حالات میں ہوتے ہیں اور بعد میں آپ اس کو پورا نہیں کرتے جیسا کہ آپ نے جو نذر مانی تھی وہ بہت مشکل تھی یا جو نذر کا مطلوبہ وقت تھا وہ آپ گزار چکے ہیں تو اس حالت میں کیا کفارہ ہو گا ؟

جواب: اگر کوئی شخص اپنے عہد پر عمل نہ کرے تو اسے چاہئے کہ کفارہ دے یعنی ساٹھ فقیروں کو کھانا کھلائے یا دو مہینے مسلسل روزے رکھے یا ایک غلام آزاد کرے۔ واللہ العالم

سوال: میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج کل میں اپنی فیملی کے ساتھ کام کے سلسلے میں کوئٹہ رہ رہا ہوں جو کہ میرے پیدائشی گھر (شہر) سے ۵۰۰ کلو میٹر دور ہے ۔ میرے والد اور میرا ذاتی گھر (وطن) سندھ میں ہے میں دس ماہ کوئٹہ میں رہتا ہوں اپنی فیملی کے ساتھ اور ۲ماہ کے لئے پنے گھر جاتا ہوں اپنی فیملی کے ساتھ ۔ میرا سوال یہ ہے جب میں اپنے آبائی گھر جاتا ہوں تو کیا میں نماز قصر پڑھو ں گا یا پوری ؟

جواب: اگر آپ نے اپنے آبائی علاقے کو ابھی تک اپنا وطن سمجھا ہوا ہے تو آپ کے لئے کوئٹہ اور سندھ والے گھر میں نماز پوری ادا کرنا ہو گی اور راستے میں نماز قصر پڑھیں گے۔ واللہ العالم

محمد